ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

جنوری 2002ء
شوال المکرّم ۱۴۲۲ھ

1

آخری مہلت

من بیتی

محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی غیر مطبوعہ تحریر

محاسبۂ قادیانیت اور مجلس احرارِ اسلام

جنرل صدر اور آج کی بات

اور..... اب آسمانی حقائق

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

بیعت کی حقیقت اور آداب

اخبار الاحرار

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۳	شمارہ ۱	قیمت ۱۵

بیاد

سیّد الاحرار

حضرت

امیرِ شریعت

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شوال المکرم: ۱۴۲۲ھ

جنوری: ۲۰۰۲ء

بانی: مولانا سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سیّد محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سیّد یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

اندرونِ ملک 150 روپے

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل ڈی پرنٹرز مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	3
دین ودانش:	آخری مہلت	مولانا ابوالکلام آزادؒ	5
//	بیعت کی حقیقت اور آداب	صوفی عبدالحمید سواتیؒ	10
//	اہل البیت	مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	12
نقد ونظر:	موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی	مولانا محمد مغیرہ	17
//	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکولر کہنے کی جسارت	محمد عطاء اللہ صدیقی	23
ردقادیانیت:	محاسبۂ قادیانیت اور مجلس احرار اسلام	پروفیسر خالد شبیر احمد	27
افکار:	جنرل صدر اور آج کی بات	سید یونس الحسنی	32
//	ایٹمی سائنس دان اور دینی مدارس	عبدالرشید ارشد	35
//	دل یا شکم	نور محمد قریشی	39
//	دعا	ارشاد احمد عارف	42
//	اوراب آسمانی حقائق	پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان	44
//	ماڈرن شیر اور قدامت پسند لومڑی	عطاء الحق قاسمی	47
//	ماڈرن اسلام کی طرف	ملا معاویہ حنفی	49
//	کرنے کا کام	محمد عابد مسعود	52
//	اخبار الاحرار	ادارہ	54
گوشۂ محسن:	من بیتی (پنجابی)	محسن احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ	59
//	نعت/منقبت سیدنا علیؓ	محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری کا غیر مطبوعہ کلام	60
//	سید عطاء المحسن بخاریؒ، یادیں اور تاثرات	عمران ظہور غازی	61
حسنِ انتقاد:	تبصرہ کتب	ذ۔ بخاری	63

دل کی بات

پاکستان ...... بحرانوں کے چوراہے پر

امریکی صدر بش نے جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن کے اقدام پر صدر مشرف کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ''مشرف بہت سخت کریک ڈاؤن کررہے ہیں، میں ان کی کوششوں کو سراہتا ہوں۔ دہشت گردی، دہشت گردی ہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی صدر دہشت گردوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، یہ اچھا اشارہ ہے''

امریکی محکمہ خارجہ کے ایک افسر نے کہا کہ ''مشرف نے گرفتاریاں کر کے ثابت کردیا ہے کہ وہ اتحاد کے قابل اعتماد اور باصلاحیت ساتھی ہیں''

بھارتی وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے کہا: ''جہادیوں کے خلاف آپریشن اور گرفتاریوں پر خوش ہیں، مطلوبہ افراد کی فہرست پاکستان کو دے دی ہے'' (روزنامہ ''خبریں'' ملتان یکم جنوری ۲۰۰۲ء)

درج بالا بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں دینی جماعتوں، جہادی تنظیموں اور دینی مدارس کے خلاف پرویزی حکومت کا حالیہ کریک ڈاؤن امریکی و بھارتی مطالبہ ودباؤ کا عملی نتیجہ ہے، ورنہ ۲۲ سال قبل جب افغانستان میں روس نے مداخلت کی تو یہ تمام دینی قوتیں حکومت کی ضرورت تھیں، لیکن ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ہونے والی تبدیلی حکمرانوں کی غلامانہ ذہنیت کی مکمل غمازو عکاس ہے۔

امریکہ فلسطین میں مسلمانوں کے بے گناہ قتل عام پر اسرائیل کی کھلی حمایت کررہا ہے۔ عرب لیگ کے بزدل اور امریکی ایجنٹ حکمران مہر بہ لب ہیں۔ وہ گونگے شیطان بن کر ''بزرگ شیطان'' کی فرماں برداری کررہے ہیں۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اسلام اور مسلمانوں کو عیسائیت کے تابع کرنے کے پروگرام پر تیزی سے عمل ہورہا ہے۔ امریکہ ''دہشت گردی'' کے خاتمے کی آڑ میں کسی نہ کسی مسلمان ملک میں جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے۔ امریکہ تسلیم کرچکا ہے کہ مغربی تہذیب کو اسلام سے خطرہ ہے۔ اس لئے یورپ، امریکہ اور روس اپنی ساری دشمنیاں بھلا کر امت مسلمہ کے خلاف اکٹھے ہوگئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ، امریکہ کا ذیلی اور نمائشی ادارہ بن گیا ہے۔

افغانستان میں طالبان کی خالص اسلامی حکومت کے خاتمے کے بعد پاک افغان سرحد بالکل غیر محفوظ ہوگئی ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی تجویز کردہ پاکستان مخالف اور بھارت نواز ''کرزئی حکومت'' کا قیام، افغان وزیر داخلہ یونس قانونی کا سب سے پہلے بھارت کا دورہ، واجپائی اور جسونت سنگھ سے ملاقاتوں کے بعد پاکستان کے خلاف اشتعال انگیز اور توہین آمیز بیانات، اس کے چند ہی روز بعد بھارتی حکمرانوں کے پاکستان کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات پر مشتمل ''دیا کھیان''، یہ سب ایک ہی سازش کی مختلف کڑیاں ہیں۔ بھارتی حکمرانوں نے شعوری طور پر کشیدگی میں مسلسل اضافہ کیا۔ نوبت بایں جارسید

کہ جنگ اور تصادم کے سیاہ بادل پاکستان پر منڈلا رہے ہیں، کنٹرول لائن اور ورکنگ باؤنڈری پر ہلکی پھلکی جنگی جھڑپیں تو روز کا معمول ہوگئی ہیں، بھارتی افواج کی ایک غیر معمولی نفری پاکستان کی سرحدوں پر جنگی مشقوں میں مصروف ہے، اسلحہ کی بھاری مقدار سرحدوں پر پہنچائی جا رہی ہے اور دونوں طرف کی سرحدی آبادی اپنے گھروں کو چھوڑ کر شہروں میں منتقل ہو رہی ہے۔ بھارتی وزیر دفاع جارج فرنینڈس ''آخری گولی اور آخری آدمی'' تک لڑائی کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ صدر پاکستان نے اس صورتِ حال پر مشاورت کیلئے سیاست دانوں کو ملاقات پر بلایا اور ممکنہ بھارتی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کا اعلان بھی کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''پاک افواج مکمل طور پر چوکس ہیں اور ملکی دفاع کیلئے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی بھر صلاحیت رکھتی ہیں''۔

اس سے قبل بھی انہوں نے افغانستان کے مسئلے پر بھی سیاست دانوں سے مشاورت کی تھی مگر مرضی اپنی کی، نتیجۃً آج وطنِ عزیز دینی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی بحرانوں کے چوراہے پر کھڑا ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے چند ناعاقبت اندیشوں کے شور و غوغا کو ''قومی رائے'' قرار دے کر طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کیلئے جو ظلم اور جرم کیا، اس کی سزا آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ نجانے یہ سزا ہم کب تک بھگتیں گے؟

امریکہ نئی دوستی میں بھی پاکستان کے ساتھ دوہرا کردار ادا کر رہا ہے۔ وہ بھارت کو پاکستانی اقدامات پر توجہ رکھنے اور پاکستان کو بھارتی مطالبات ماننے کی ہدایات دے رہا ہے۔ امریکہ مطالبے پر ہم نے افغانستان میں پاکستان دوست اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا۔ اب بھارتی مطالبات مان کر کس کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟ پاکستان میں امریکہ کے مستقل اڈے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہماری داخلی اور خارجی آزادی سلب ہو چکی ہے۔ چون (۵۴) سال پہلے ہم نے انگریزوں سے لڑ کر آزادی حاصل کی تھی، آج حکمرانوں کی غلطیوں کی وجہ سے، ہم پھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے ہیں۔ پاکستان عالم اسلام میں اپنا اسلامی تشخص اور ملکی وقار کھو بیٹھا ہے۔ امریکہ اپنے مفادات کی تکمیل کیلئے بھارت کو پاکستان کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی دینی قوتوں کے خلاف وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر کے شعلہ بار بیانات، بش اور واجپائی کے بیانات سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ملک کی قومی قیادت افغانستان میں امریکی مظالم کی مذمت کے جرم میں قید یا نظر بند ہے۔ یہ وہی ''مجرم'' ہیں جنہوں نے اپنے ''دور اندیش'' حکمرانوں کو ''سقوطِ کابل'' کے ناپاک امریکی منصوبے میں شرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور خبردار کیا تھا کہ یہ ''سقوطِ کشمیر'' کا پیش خیمہ ہوگا۔ زیادہ دن نہیں گزرے کہ حقائق واضح تر ہو گئے ہیں۔ دلوں اور آنکھوں کے اندھوں کی بات دوسری ہے۔ اس وقت قومی یکجہتی اور اتفاق رائے کی اشد ضرورت ہے۔ صدر جنرل مشرف کو چاہیے کہ مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد، مولانا اعظم طارق اور دیگر رہنماؤں کو فوری طور پر رہا کریں اور ان سے مذاکرات کر کے وطنِ عزیز کے خلاف ممکنہ بھارتی جارحیت کے مقابلے اور پاکستان سے امریکی اڈوں کے خاتمے کیلئے قومی ہم آہنگی پیدا کریں۔ حکمران دینی و سیاسی طبقات کے خلاف جاری کردہ محاذ آرائی کو بند کر کے دانش مندی اور حب الوطنی کا ثبوت دیں۔ امریکی ایجنڈے کی بجائے اپنے ایجنڈے پر عمل کریں۔ کاش، اے کاش!......

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

آخری مہلت......؟

"الہلال" کے ۱۵ر جنوری ۱۹۱۳ء کا مقالۂ افتتاحیہ، آج ۸۹ سال بعد ____ ایک نئی معنویت کا حامل ہے۔ ترکی کی خلافت عثمانیہ کی جگہ افغانستان کی امارتِ اسلامیہ اور مسلمانانِ ہند کی جگہ مسلمانانِ پاکستان، پڑھیے تو یقین آتا ہے کہ زندہ لفظ کبھی نہیں مرتے (ادارہ)

"مسلمانو! (اُن) یہود اور نصاریٰ کو (جو اسلام کے خلاف جنگ پر متفق ہو جائیں) اپنا دوست نہ بناؤ! یہ لوگ تمہارے مٹانے کیلئے اپنی سازشوں میں ایک دوسرے کے مددگار اور دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی (باوجود اسلام کی مخالفت کے) ان کو اپنا دوست بنائے گا، تو یقیناً اللہ کے نزدیک اس کا بھی شمار انہی دشمنانِ دین وحق میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور نافرمانوں کو راہ راست نہیں دکھلاتا۔ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام فروشی اور نفاق طینتی کا روگ ہے، تم دیکھو گے کہ وہ ان لوگوں کو اپنا دوست بنانے میں بڑی جلدی کر رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس بات کا ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آ جائیں۔ سو کچھ عجب نہیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کوئی کامیابی عطا کرے، یا کوئی اور غیبی امر ظاہر ہو اور اس وقت یہ لوگ اس نفاق پر، جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، پشیمان ہوں"۔ (النساء۔ ۵۱، ۵۲) ☆☆☆

"قسم ہے مجاہدین کے اُن گھوڑوں کی جو دشمنوں سے لڑنے کیلئے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں پھر اپنے گھوڑوں کو زور سے للکارتے اور دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور پھر جب لڑائی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتے ہیں" (صافات۔ ۱) ☆☆☆

مہلتوں کا خاتمہ، فرصتوں کا وقت آخر، ہمتوں کا امتحان اور سعی و جہد کے انتہائی لمحے درپیش ہیں۔ میں وہ صور کہاں سے لاؤں جس کی آواز چالیس کروڑ دلوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دے؟ میں اپنے ہاتھوں میں وہ قوت کیسے پیدا کروں، جن کی سینہ کوبی کے شعور سے سرگشتگانِ خوابِ موت آور ہوشیار ہو جائیں؟ آہ! کہاں ہیں وہ آنکھیں جن کو دردِ ملت میں خونباری کا دعویٰ ہے؟ کہاں ہیں وہ دل جن کو زوال ملت کے زخموں پر ناز ہے؟ کہاں ہے وہ جگر، جو آتش غیرت و حمیت کی سوزش کی لذت آشنا ہیں؟ اور پھر آہ! کہاں ہیں اس برہم شدہ انجمن کے ماتم گسار، اس برباد شدہ قافلے کے نالہ ساز، اس صف ماتم کے فغاں سنج، اور اس کشتی طوفانی کے مایوس مسافر، جن کی موت وحیات کے آخری لمحے جلد جلد گزر

رہے ہیں، اور وہ بے خبر ہیں، یا خاموش روتے ہیں، یا مایوسی سے چپ وراست نگراں، مگر نہ ان کے ہاتھوں میں اضطراب ہے اور نہ پاؤں میں حرکت، نہ ہمتوں میں اقدام ہے، اور نہ ارادوں میں عمل کا ولولہ۔ دشمن شہر کے دروازوں کو توڑ رہے ہیں، اور اہل شہر رونے میں مصروف ہیں۔ ڈاکوؤں نے قفل توڑ دیئے ہیں اور گھر والے سوتے بھی نہیں، مگر اب تک آنکھ ملنے سے مہلت نہیں ملی ہے۔ جب کسی کے گھر میں آگ لگتی ہے تو محلّے کے دوست دشمن، سبھی پانی کیلئے دوڑتے ہیں، لیکن اے رونے کو ہمت اور مایوسی کو زندگی سمجھنے والو! یہ کیا ہے کہ تمہارے گھر میں آگ لگ چکی ہے، ہوا تیز ہے، اور شعلوں کی بھڑک سخت، مگر تم میں سے کوئی نہیں جس کے ہاتھ میں پانی ہو! پھر اگر اسی وقت کے منتظر تھے، تو کیا نہیں سنتے کہ وہ وقت آ گیا ہے؟ اگر تم کشتی کے ڈوبنے کا انتظار کر رہے تھے، تو کیا نہیں دیکھتے کہ اب اس میں دیر نہیں؟ اور آہ! مسلمانوں کے عروج وزوال کی سیزدہ صد سالہ کشتی، جو بارہا ڈوبی، اور بارہا اچھلی، اور نہیں معلوم کہ اب ڈوبنے کے بعد ہمیشہ کیلئے سطح عالم سے ناپید ہو جاتی ہے، یا اس کے ٹوٹے ہوئے تختے، اور تار تار بادبان کے ٹکڑے سمندر کی موجوں کا چند گھنٹے اور مقابلہ کرتے ہیں!

درکار ماست نالہ و مادر ہوائے او
پروانۂ چراغ مزار خودیم ما

ترجمہ: (''بجائے آہ وفغاں کے، ہم خیالِ یار میں محو ہو کر، اپنی ہی قبر کے چراغ کے پروانے بن گئے ہیں'')

☆☆☆

''پھر انسانوں کی کتنی ہی آبادیاں ہیں جن کو ان کی غفلت وبداعمالی کی پاداش میں ہم نے ہلاک کر دیا، پس اب وہ ایسی اجڑی پڑی ہیں کہ ان کی دیواریں اپنی چھتوں پر گری پڑتی ہیں، ان کے لبریز کنویں بیکار ہو رہے ہیں، اور بڑی بڑی عمارتوں کے محل مکینوں سے خالی ہیں! پھر کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں اور قوموں کے عروج وزوال کی نشانیوں کو دیکھتے نہیں؟ اگر دیکھتے تو ان کے دل سوچنے والے ہوتے اور کان سننے والے، اور جب تباہی کا وقت قریب آ جاتا ہے تو قوموں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں، جو سینوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں'' (الحج۔۴۵،۴۶)

یاللعار!

اگر ہم کو مٹنا ہی ہے تو اس کا کوئی شکوہ نہیں۔ رومتہ الکبرا اور بابل ونینوا کی عظیم الشان قومیں جہاں آباد تھیں، وہاں آج خاک کے تودے اور ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کھنڈر بھی سیاحوں کو بڑی جستجو سے ملتے ہیں۔ ہم نے تیرہ سو برس تک دنیا میں حکمرانی کی ہے اور مغرب ومشرق اگر ہمارے بعد ہم کو بھلانا نہ چاہے تو مدتوں ہمارے افسانۂ حیات وممات کو دہرا سکتا ہے، لیکن غم ہے تو اس کا ہے کہ موت دونوں کو آتی ہے۔ سپاہی کو میدان جنگ میں اور مجرم کو سولی کے تختے پر، پہلی وہ عزت کی موت ہے

جس پر ذلت کی ہزاروں زندگیاں قربان،اور دوسری وہ ذلت کی موت ہے،جس کے بعد انسانی روح کیلئے اور کوئی ذلت نہیں ۔اگر یورپ نے ہم سے آخری انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو کاش!ہمارے سینے پر گولی لگتی،لیکن ہمارے گلے میں پھندانہ ڈالا جاتا!

صلیب پرست قوم،اسلام کومصلوب کرنا چاہتی ہے اللہ اللہ!انقلاب حوادث کی کیا نیرنگی ہے!جس قوم کی ابتدا دنیا میں سولی کے تختے سے ہوئی ہے،جس کی ہستی دنیا میں اس طرح شروع ہوئی ہے کہ بت پرست رومیوں نے حکم اور یہودیوں کی خواہش سے اس کے خدا کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تھا اور اس کے ہتھیلیوں اور ٹخنوں کو تختے سے لگا کر بڑی بڑی میخیں ٹھونک دی گئی تھی۔اگر چہ وہ بزدلی کی شدت سے بہت چیخ رہا تھا کہ''خدایا!موت کے پیالے کو میرے لبوں سے ہٹالے''پر جس قوم کی عزت کا پہلا دن یہ تھا کہ اس کا خدا تین دن تک سولی کی لعنت میں گرفتار رہا،کیونکہ(تورات میں)لکھا ہے کہ''جو کاٹھ پر چڑھا وہ ملعون ہوا''۔آج وہی قوم،سولی کے تختے کو پوجنے والی قوم،ایک مصلوب لاش کی پرستش کرنے والی قوم،اس قوم کو میدان جنگ کی تلوار سے ہلاک کرنے کی جگہ،سازش گاہِ صلح میں پھانسی دینا چاہتی ہے،جس کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بانی نے دنیا میں ظاہر ہو کر اپنے تئیں مسیح کی طرح سولی پر نہیں چڑھایا،بلکہ تلوار کے زور سے اپنے دین کی اشاعت کی!**وتلک الایام نداولھا بین الناس**

توحید اور تثلیث کا باہمی سلوک مسیحیت سے ہمارا معاملہ آج ہی شروع نہیں ہوتا،بلکہ یہ میدان صدیوں سے گرم ہے۔لیکن آج ہم کو سر جھکا کر اعتراف کرلینا چاہیے کہ اس نے ہم کو پوری شکست دے دی۔یہودیوں نے اس کے خدا پر''ولدالزنا''ہونے کی تہمت لگائی تھی اور اس کی ماں کی عصمت پر بٹہ لگایا تھا۔ہم نے دنیا میں آتے ہی اس کو اس شرمناک ذلت سے نجات دلائی اور کہا کہ **و قولھم علی مریم بھتاناً عظیما**''اور یہودیوں کا حضرت مریمؑ کی نسبت قول ایک بہت بڑا بہتان ہے''لیکن آج تمام مسیحی دنیا ہم پر وحشت وخونریزی اور قتل وفساد کا بہتان لگانے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ہم نے روز اول سے ان کے معبدوں اور گرجوں کی حفاظت کو اپنی مسجدوں کی حفاظت سے کم نہ سمجھا اور ایک مرتبہ دمشق کی مسجد کی تعمیر شدہ زمین دے دی تا کہ اس پر گرجا بنایا جائے،لیکن آج طرابلس اور گیلی پولی کی مسجدوں کے محراب و منبر بھی صلیب پرستوں کے حملہ آور بوٹوں سے محفوظ نہیں ہیں،اور مشہد کی مسجد گوہر شاہ کا نصف گنبد توپوں کی گولہ باری سے گرادیا گیا ہے۔ہم نے آٹھ سو برس تک اسپین میں عیسائیوں کو آستین میں بٹھا کر دودھ پلایا،انہوں نے صحن مسجد میں آکر پیغمبر اسلام ﷺ کو گالیاں دیں مگر ہم نے ان کو ان کی سرزمین کی راحت سے محروم نہیں کیا،لیکن آج وہ ہم کو یورپ سے جلا وطن کرنے کی سازش میں فتح یاب ہو گئے ہیں،اور عنقریب خود دنیا کے صفحہ ہی سے مٹا دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ہاں!یہ سچ ہے کہ ہم نے بغداد کے دربارِ عظمت وجلال میں''سگِ رومی''(۱)کے منہ پر تھوکا تھا،اور یہ بھی غلط نہیں کہ ایک سو برس اُدھر

تک عثمانی وزیر اعظم کی زبان میں روس اور استریا کے بادشاہوں کو یاد کرنے کیلئے سب سے بڑی عزت یہ تھی کہ ''وہ ہمارے اچھے کتے ہیں''۔ لیکن پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیونکہ آج یورپ کا ہر مسیحی کتوں کو اپنی گود میں بٹھا کر پیار کرتا ہے، لیکن ہمارے سروں کیلئے اس کے پاس سب سے بڑی عزت بوٹ کی ٹھوکر ہی میں ہے۔ یقیناً ہم نے آٹھ صلیبی حملوں میں عیسائیوں کے سروں کو کچلا، اور یروشلم کے مقدس ''بیت اللحم'' پر ان کو قابض ہونے نہیں دیا، لیکن اس کا ذکر بھی اب بے فائدہ ہے۔ کیونکہ آج تو وہ دن ہے کہ اگر غفلتوں اور بے سود فغاں سنجیوں کا یہی حال رہا، تو قریب ہے کہ ہماری عزت و حیات کی آخری متاع یعنی ''مرقد مطہرہ رسول اللہ ﷺ'' اور ''بیتِ مقدس خلیل اللہ'' کی طرف بھی اس کی توپوں کے دہانے کھول دیئے جائیں گے، اور (جدہ) اور (ینبوع) کے ساحلوں پر یورپ کے آہن دوش دریڈناٹ لنگر انداز نظر آئیں گے!

یالیتنی مت قبل ھذا، و کنت نسیا منسیا! (مریم۔۲۳) ''کسی طرح میں مرچکتی، اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری''

خاندانِ اسلام کا سب سے بڑا گھرانہ ہندوستان کے مسلمانوں نے خواہ کتنا ہی اپنے تئیں ذلیل و بے حقیقت سمجھ لیا ہو، اور خواہ داخلی اور خارجی شیاطین کی وسوسہ اندازیوں نے کتنا ہی ان کو معطل اور مجبور ہونے کا یقین دلا دیا ہو، لیکن ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی تعداد سات کروڑ سے متجاوز ہے، اور وہ آج پیروانِ اسلام کی سب سے بڑی تعداد ہیں، جو زمین کے کسی ایک ٹکڑے میں آباد ہے۔ ان کو ایوان حکومت سے نکلے ہوئے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے، اور باوجود ہر طرح کے تنزل کے اب بھی وہ دولت اور تعلیم اور علی الخصوص نئی بیداری اور اپنے مصائب کے محسوس کرنے میں اُن مقامات کے مسلمانوں سے بھی نسبتاً بہتر حالت رکھتے ہیں، جہاں اب تک اسلامی حکومت باقی ہے۔ اس لئے اگر آج حفظ کلمۂ توحید، و بقاء بلاد مقدسہ، و قیام شعار و ناموس شریعت اسلامیہ کی سب سے زیادہ ذمہ داری ترکوں کے ذمے ہے، کیونکہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے، تو یقین کیجیے کہ مسلمانانِ ہند کے ذمے بھی ان سے کم نہیں ہے، کیونکہ ان کی تعداد تمام دنیا کی اسلامی آبادیوں میں سب سے زیادہ ہے، اور مصائب اور ذرائع اعانت کے حصول کے لحاظ سے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں درجۂ امتیاز رکھتے ہیں۔ پس اسلام کیلئے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے، ضرور ہے کہ مسلمانانِ ہند اس میں اپنا پورا حصہ لیں، اور ایک لمحہ کیلئے بھی اس وسوسۂ ابلیس سے فریب نہ کھائیں کہ وہ بالکل بے دست و پا ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

یقیناً تم کچھ نہیں کر سکتے، اگر تم ایسا سمجھتے ہو کہ کچھ نہیں کر سکو گے۔ دنیا میں ہمیشہ دو ہی خیال دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعضوں نے سمجھا کہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور بعضوں نے خیال کیا کہ اگر کرنا چاہیں گے تو سب کچھ کر لیں گے۔ پہلے خیال کا نتیجہ یہی نکلا کہ کچھ نہ ہوا۔ لیکن دوسرے خیال نے چٹیل میدانوں کو ایوان و محل، ویران جنگلوں کو آباد و شاداب، درباروں کو خشک میدان، پہاڑوں کو سطح زمین، غلاموں کو آزاد، ایک گڈریے کو صاحب تاج و تخت، اور ایک مردہ قوم کو زندہ و قائم کر دیا! البتہ استقامت شرط راہ و دلیل وصول بارگاہ ہے!

''جن لوگوں نے اللہ کو اپنا مددگار سمجھا، اور اپنے اندر استقامت پیدا کر لی، تو پھر نہ تو ان کیلئے کسی طرح کا خوف ہے اور نہ کسی ناکامی و نامرادی کا غم''! (الاحقاف۔۱۳)

انفروا خفافا و ثقالا آپ کہیں گے کہ مسلمانوں نے ان چند مہینوں کے اندر کس قدر جوش و اضطراب کا اظہار کیا اور کس مستعدی سے لاکھوں روپیہ ترکی کی اعانت میں فراہم کر لیا۔ اس سے زیادہ اور ان کے بس میں کیا ہے؟

لیکن میں کہوں گا کہ بس میں تو سب کچھ ہے، بشرطیکہ وہ اپنی قوت کا اندازہ کریں، کلمۂ توحید کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں، اور اپنے نفس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح دیں۔ یقیناً وہ ٹیس جو درد اسلامی کی انہوں نے اپنے دل میں پیدا کی، نہایت قیمتی ہے۔ وہ اضطراب و ہیجان جو انہوں نے اس وقت تک ظاہر کیا، اس عالم یاس میں بھی امید کا پیام ہے، اور روپیہ کی فراہمی بھی ایک اولین مالی جہاد تھا، جس سے وہ غافل نہ رہے، لیکن میرا سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا؟ بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ کر سکتے تھے، وہ کیا یا نہیں؟ روپیہ بھیج کر آپ زخمی ترکوں کی مرہم پٹی کا ضرور سامان کر سکتے ہیں، لیکن اس تلوار کے حملے کی قوت پر کچھ بھی اثر نہیں ڈال سکتے جو نئے نئے زخم پیدا کر رہی ہے! ہوش و اضطراب بنیادکار ہے، لیکن پھر صرف آنسو بہا کر تو کسی فوج نے ملک فتح نہیں کیا ہے! یقین کیجیے! کہ تمام مسیحی یورپ اب اسلام کے فنا کر دینے کیلئے آخری اتفاق کر چکا ہے اور عرض داشتوں اور رزولیشنوں سے دنیا میں کبھی کام نہیں نکلے ہیں۔

اولین کار پس اگر مسلمانانِ ہند اس وقت اپنی قوت سے کوئی نتیجہ خیز کام لینا چاہتے ہیں تو برائے خدا حالات کی نزاکت کو محسوس کریں اور میدان کار میں چند قدم آگے بڑھائیں۔ اس سلسلے میں پہلا کام ان کا یہ ہے کہ حتی الامکان تمام یورپین مال تجارت اور مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں۔ درحقیقت موجودہ جنگ ابتدا سے یورپ کی درپردہ متفقہ جنگ تھی، مگر اب تو بالکل ایک کھلا یورپین اتحادی حملہ ہے، جو اسلام کے مقابلے میں شروع کر دیا گیا ہے۔ پس اب باوجود اس حالت کے، جو مسلمان یورپ کی تجارت اور مصنوعات کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے، وہ گویا دشمنانِ اسلام و توحید کی کھلی اعانت کرتا ہے۔ شریعت حقہ اسلامیہ نے ہم کو تمام دنیا کے ساتھ رحم و محبت اور فائدہ رسانی کی تعلیم دی ہے، لیکن چونکہ حق و صداقت کی حفاظت تمام چیزوں سے مقدم اور سب سے بالاتر ہے، اس لئے جب کوئی قوم اسلام کے خلاف اعلانِ عداوت کر دے، تو پھر یہ قانون محبت، قانون جنگ سے مبدل ہو جاتا ہے اور خدا اور انسان میں مقابلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جن کو اللہ کی محبت کا دعویٰ ہے، ضرور ہے کہ وہ اللہ کی دوستی کو انسانوں کی دوستی پر ترجیح دیں اور اس کے دشمنوں سے تمام اپنے فائدہ رساں تعلقات منقطع کر لیں۔ یہ کوئی ملکی اور سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک خالص دینی معاملہ ہے، اور ہر مسلمان بشرطیکہ مسلمان ہو، اس کی تعمیل پر مجبور ہے۔ ھذہ تذکرہ ، فمن شاء اتخذا لی ربہ سبیلا

---

(۱) ''ہارون الرشید نے قیصرِ روم کو ایک خط میں ''کلبِ الروم'' کہہ کر مخاطب کیا تھا''

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی

بیعت کی حقیقت اور آداب

بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں سے ایک بیعت اسلام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ یہی بیعت کر کے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دوسری بیعت ہجرت کیلئے ہوتی تھی۔ لوگ اللہ کے نبی کے ہاتھ پر اللہ کے حکم کے مطابق ہجرت کر جانے کی بیعت یا عہد کرتے تھے۔ تیسری بیعت جہاد تھی۔ جب جنگ کا موقع آتا تھا تو لوگ اس بات کی بیعت کرتے تھے کہ ہم اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کیلئے تیار ہیں۔ بعض صحابہؓ نے ارکان اسلام پر پابندی کی بیعت کی۔ حضرت جریرؓ کی بیعت اسی سلسلے میں تھی کہ میں ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کروں گا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔ بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کے دست مبارک پر اس بات کی بیعت بھی کی کہ وہ سنت پر قائم رہیں گے اور بدعات سے بچتے رہیں گے۔ پھر عورتوں نے بھی اس بات کی بیعت کی کہ وہ شرک نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھیں گی (یعنی غیر کی اولاد کو خاوند کی طرف منسوب نہیں کریں گی) اور نہ نیک کاموں میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ اس بیعت کا ذکر سورۃ الممتحنہ میں موجود ہے۔ بیعت کی ایک قسم بیعتِ تبرک بھی ہے۔ حضرت زبیرؓ اپنے آٹھ سال کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے گئے اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔ یہ یہی بیعت تھی ورنہ بچے کیلئے بیعت کی ضرورت نہ تھی۔

ایک بیعت خلافت بھی ہوتی ہے جو خلیفہ کے انتخاب کیلئے ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی اور اسی طرح دیگر خلفائے راشدینؓ کی بیعت بھی ہوئی۔

بعض اوقات بزرگان دین کے کسی سلسلے میں داخل ہونے کیلئے بیعتِ سلوک بھی کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ اقرار کرنا ہوتا ہے کہ ہم ارکانِ دین کی پابندی کریں گے، عبادت و ریاضت اور ذکر واذکار باقاعدگی سے انجام دیں گے تاکہ درجاتِ عالیہ نصیب ہوں اور اللہ کا تقرب حاصل ہو سکے۔ بیعت کی یہ تمام قسمیں حضور علیہ السلام سے ثابت ہیں۔

شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی بیعت کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارا کوئی معاملہ سلجھا دیں گے یا ہماری سفارش کریں گے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسمی بیعت ہے، جس کا کچھ فائدہ نہیں۔ البتہ بیعت کی باقی جتنی اقسام بیان کی گئیں، وہ درست ہیں۔

پیر کے اوصاف حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ کسی ایسے پیر یا بزرگ سے بیعت ہونا درست ہے، جس میں حسب ذیل اوصاف پائے جائیں:

۱۔ پیر کتاب وسنت کا علم رکھتا ہو، خود پڑھ کر علم حاصل کیا ہو یا کسی بزرگ کی صحبت حاصل کی ہو۔ بہر حال اس کے پاس کتاب وسنت کا علم ہونا چاہیے۔

۲۔ کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر اصرار نہ کرے۔ کبائر کا مرتکب بیعت کا اہل نہیں ہوتا کیونکہ وہ فساق میں شمار ہوتا ہے۔

۳۔ بیعت لینے والا دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف رغبت رکھتا ہو۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عامل ہو۔ اپنے متعلقین کو اچھی بات کا حکم دے اور اگر ان میں کوئی بری بات دیکھے تو فوراً روک دے۔

۵۔ پیر خود رَو نہ ہو بلکہ یہ طریقہ اس نے بزرگوں سے سیکھا ہو یا ان کی صحبت اختیار کی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ باپ کی وفات کے بعد بیٹا جیسا کیسا بھی ہو، گدی نشین ہو گیا۔ نہ کسی سے سیکھا نہ کسی کی صحبت اختیار کی اور نہ علم حاصل کیا۔ یہ سلسلہ جو آج کل رائج ہے، تباہ کن ہے۔

اگر ان شرائط کو پورا کرنے والا کوئی بزرگ مل جائے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیے تا کہ انسان شیطان کے پھندے سے محفوظ رہ سکے۔ ویسے یہ بیعت نہ فرض ہے اور نہ واجب البتہ سنت ہے۔ بزرگان دین میں سے حضرت دقاقؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی کامل آدمی مل جائے تو بیعت کر لینی چاہیے، البتہ کسی غلط کار، فاسق، شرکیہ اور بدعتی اعمال کرنے والے پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اس قسم کے لوگ انسانی شکل میں شیطان ہیں، اس لئے ہر ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھ دینا چاہیے ورنہ وہ شرک اور بدعت میں مبتلا کر دیں گے اور انسان کو گمراہ کر کے رکھ دیں گے۔

عبداللطیف خالد چیمہ کی دورۂ برطانیہ سے واپسی

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ برطانیہ کے تین ماہ کے دورے کے بعد ۹ ردسمبر کو لاہور واپس پہنچے۔ برطانیہ میں اپنے قیام کے دوران انہوں نے متعدد اجتماعات سے خطاب اور جماعت کے تنظیمی امور کے علاوہ سرکردہ علماء کرام اور مختلف رہنماؤں سے ملاقاتیں اور تبادلۂ خیال کیا۔ نیز عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات اور ان کے تدارک کی منصوبہ بندی کیلئے منعقدہ مختلف اجلاسوں میں شرکت اور تحریک تحفظ ختم نبوت اور میڈیا کے محاذ پر کام کے سلسلے میں کارآمد اور مفید مشاورت ہوئی۔

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ

''اہل البیت''

''اہل البیت'' کا ترجمہ ہے۔ ''گھر والے'' یہ لفظ بنیادی طور پر رسول محترم، امام خاتم و نبی معصوم صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ''ازواج مطہرات'' سے متعلق بولا جاتا ہے، جبکہ بعض دوسرے اعزہ خاص طور پر صاحبزادیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ــــــ قرآن عزیز میں یہ لفظ دو مقام پر آیا ہے۔

سورۂ ھود آیت ۷۳ ــــــ یہ وہ مقام ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس بھیجا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا خلیلؑ کو ''بیٹے'' کی بشارت دی، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ــــــ بڑھاپے کی منزل میں تھے ــــــ ان کی اہلیہ کا بھی یہی حال تھا جیسا کہ اُن کی اہلیہ کے حوالے سے قرآن عزیز کہتا ہے: ترجمہ: ''اُس نے (سیدنا خلیلؑ کی اہلیہ نے) کہا، مجھ پر تعجب؟ میں جنوں گی، حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بڑھا ہے، یہ تو بڑی عجیب بات ہے'' (ھود: ۷۲)

اُس کے جواب میں فرشتوں کی بات قرآن عزیز آیت ۷۳ میں نقل کرتا ہے: ''انہوں نے (فرشتوں نے) کہا ،کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اے ''اہل بیت'' اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر ہیں ــــــ وہ تعریف کیا گیا بزرگ ہے'' ــــــ یعنی اللہ رب العزت ــــــ

سیدنا خلیل اللہ کا گھرانہ ــــــ ایسا تھا کہ ہنوز اس گھر میں اولاد نہ تھی ــــــ محض اہلیہ تھیں ــــــ اُن کے تعجب و استعجاب پر کہ بڑھاپے میں اولاد کیوں کر ہوگی ــــــ؟ فرشتوں نے بطور خاص ''اہل البیت'' کہہ کر انہیں مخاطب کیا اور کہا کہ اولاد بخشنا، اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے ــــــ تو اس کی رحمت سے تعجب کیوں؟ گویا یہ آیت اس معاملہ میں بڑی واضح ہے کہ ''اہل البیت'' سے مراد بنیادی طور پر ''بیوی'' ہوتی ہے۔

دوسرا مقام ''سورۃ الاحزاب'' کا ہے ــــــ آیت ۳۳ ــــــ یہ آیت بطورِ خاص حضور اقدس محمد عربی صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کی ازواج مطہرات سے متعلق ہے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ''اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو، اور گزشتہ زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو، اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں پاک کرے''

(ترجمہ مولانا احمد علی لاہوریؒ)

اس آیتِ کریمہ میں بھی بہت صاف لفظوں میں نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کو ''اہل البیت'' کے عنوان

سے یاد فرمایا گیا ____ اس کی مزید تشریح اس آیت سے قبل کی ۵ اور مابعد کی ایک آیتِ کریمہ کو ساتھ ملا کر پڑھنے سے خوب سامنے آ سکتی ہے۔

ایک مرحلہ پر رسولِ مکرم ﷺ سے ازواج مطہرات نے خرچ کے معاملہ میں کسی قدر اضافہ کی درخواست کی ____ ظاہر ہے کہ اپنے عظیم خاوند سے ایسی درخواست نہ حرام تھی نہ مکروہ ____ لیکن نبیِ مکرم ﷺ کے گھرانہ سے اللہ تعالیٰ کو جو تعلق خاص تھا، اس کے لحاظ سے پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے کہا گیا ____ مفہوم یہ ہے: ''دنیوی زندگی کی سہولت مقصود ہے تو وہ ممکن ہے لیکن اس گھر سے رخصت ہونا پڑے گا'' (آیت ۲۸)

''اور اگر انہی حالات پر قناعت ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی مقصود ہے تو سبحان اللہ ____ اجر ہی اجر ہے'' (آیت ۲۹) ''اس پاکیزہ گھر کی ملکہ ہونے کے ناطہ سے تم سے گناہ سرزد ہوا تو عذاب دوہرا اور ''رزقِ کریم'' بھی خوب ملے گا'' (آیت ۳۱)

پھر آیت ۳۲ میں یوں خطاب وارشاد ہے: ''اے نبی ﷺ کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو تو دبی زبان سے بات نہ کہو کیوں کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا (بلکہ تم) بات معقول کہو''

بعد ازاں آیت ۳۳ ہے جس کا ترجمہ پہلے گزر چکا اور اس سلسلہ کی آخری آیت ۳۴ ہے، جس میں ہے: ''اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ رازداں اور خبردار ہے'' (ترجمہ مولانا احمد علی لاہوریؒ)

قرآن مجید ____ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب آخری ہے ____ انسانوں کے لئے صحیفۂ ہدایت ____ روگی دلوں کے لئے مسیحا اور نسخۂ شفاء، اس پر سیدھے سادے طریقہ سے غور کرنے والا، ان آیات سے خوب سمجھ سکتا ہے کہ ''اہل البیت'' فی الحقیقت ازواج مطہرات ہی ہیں۔

ہمارے تفسیری ذخیرہ میں ''کشاف'' کا مقابل اہلِ نظر سے مخفی نہیں ____ کلاسیکل تفسیری کتاب ہے۔ صاحبِ کشاف فرماتے ہیں: **وفی ھذا دلیل بین علیٰ انّ نساء النبی ﷺ من اھل بیته ثم ذکر ھن ان بیوتھن مھابط الوحی** .... الخ (کشاف: ج۳، ص۲۶۰، دارالمعرفت، بیروت) یعنی اس آیتِ کریمہ میں دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں ''اہل بیت'' ہیں، پھر انہیں یاد دلایا گیا کہ ان کے گھر وحی اترنے کی جگہ ہیں۔ اسی طرح القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ ____ اپنی معروف ومعتبر تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ ''اہل بیت'' کون ہیں؟'' جناب عکرمہ، عطاء اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ورحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ____ ''وہ محض ازواج مطہرات ہیں، کوئی مرد اس میں شریک نہیں ____'' ان حضرات کا خیال ہے کہ ''بیوت'' سے مراد (اور یہ بالکل صحیح

خیال ہے) پیغمبر اسلام ﷺ کے گھر ہیں (ج ۱۴، ص ۱۸۲۔ ''احیاء التراث العربی''، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے ''حبرِ امت''، ''ترجمان القرآن'' کی بات معمولی نہیں ۔ یہ بات بے حد وقیع ہے اور بلاشبہ قرآن کا منشاء یہی ہے ۔ باقی ایک فرقہ ___ بطور خاص کلبی، اس سے سیدنا علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہی مراد لیتے ہیں ۔ (قرطبی، حوالہ بالا)

ظاہر ہے کہ یہ نقطۂ نظر صریحاً غلط ہے ۔ تبعاً یہ حضرات شامل ہو سکتے ہیں، جس کی بنیاد ایک روایت ہے، جس کی نسبتِ روایت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہے ۔ اس روایت کو حضرت الامام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا، لیکن حضرت الامام نے اس کو ''حدیثِ غریب'' قرار دیا ۔ اہل علم جانتے ہیں کہ فنی اعتبار سے اس روایت کا کیا درجہ ہے؟

وہ روایت یہ ہے ___ خلاصہ ملاحظہ فرمائیں: ''کہ سیدہ ام سلمہؓ کے بقول حضور اکرم ﷺ میرے گھر میں تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی، آپؐ نے جناب علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو بلا کر چادر کے نیچے جمع کر لیا اور فرمایا ''یہ میرے اہل بیت ہیں ___ اے اللہ! ان سے ناپاکی دور کر دے، انہیں پاک بنا دے'' سیدہ کے بقول انہوں نے جب اپنے متعلق پوچھا ___ کہ ''میں اہل بیت میں شامل ہوں''؟ تو فرمایا: انتِ علیٰ مکانک و انتِ خیر ''تم تو ہو ہی ___ اور تمہارا کیا، تم تو بہتری کے ساتھ متصف ہو''

یہ روایت جیسا کہ عرض کیا گیا ___ ضعیف ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اقدس ﷺ نے اپنے چھوٹے داماد، چھوٹی صاحبزادی اور دونواسوں کو چادر میں لے کر انہیں اس لقب سے سرفراز فرمایا ۔ ان کے لئے دعا فرمائی اور جناب ام سلمہؓ کے سوال پر فرمایا، تمہیں کیا غم؟ تم تو اہل ہو، اُن کے لئے میں دعا فریاد کر رہا ہوں ۔

بعض حضرات مثلاً جناب زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ثعلبی کہتے ہیں کہ مراد نسبی اعزہ ہیں، اس لئے اس میں چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے چچا اور ان کی اولاد شامل ہیں ___ اصل لفظ ہیں کہ: ''ہم بنو ہاشم ___ وہ بنو ہاشم ہیں'' (''قرطبی'' ص ۱۸۳، ج ۱۴ پر ساری بحث ہے) اس سے کتنا پھیلاؤ ہو گیا ___ اہل علم پر مخفی نہیں، اس لئے اصل بات ازواج مطہراتؓ والی ہی مناسب و صحیح ہے ۔ صاحب قرطبی نے بعض حضرات کے اس سوال کا ذکر کیا کہ: ''اگر اس سے خاص ازواجِ مطہراتؓ مراد ہیں تو پھر ''جمع مذکر'' کی ضمیر کیوں ذکر کی گئی ۔ ارشاد ہے، **لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم** ___ الخ ___ کہ اس میں دو مرتبہ ''کم'' ضمیر آئی جو مردوں کیلئے ہے، عورتوں کیلئے نہیں ۔ ازواج مطہرات ہی مراد ہوتیں تو ''عنکن'' اور ''یطھرکُنَّ'' ہوتا ۔ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے دوست سے پوچھے تمہارے اہل کیسے ہیں؟ تو جواباً یہ کہنا ''ھم بخیر'' عام عرب محاورہ ہے ۔

دوسرے سورۂ ھود کی آیت ۷۳ بھی قابلِ غور ہے کہ اس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی متعین طور پر اہلیہ کیلئے ''کُم'' ضمیر لائی گئی۔ رحمته الله و بر کاته علیکم اهل البیت (''قرطبی'' ج ۱۴، ص ۱۸۳) گویا ایسا عرب محاورہ میں ہوتا ہے۔

ایک ہم عصر مفسر و خادمِ قرآن نے ''الاحزاب'' کی آیت کے حوالے سے لکھا: ''اہل البیت'' سے مراد وہ ہوں گے، جن کو ایک گھر جمع کرے اور گھر یہاں بی بی اور بچوں کو جمع کرتا ہے، پس ایک شخص کے اہلِ بیت بی بی اور بچے ہیں' داماد کی شمولیت کو دقت طلب قرار دیتے ہوئے، انہوں نے کہا کہ خسر اور داماد ایک گھر کے رہنے والے نہیں ہوتے۔ اس کے بعد انہوں نے براہِ راست قرآن حکیم کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے لکھا: ''لیکن اگر ہم خود قرآن کریم پر غور کریں تو بات صاف ہو جاتی ہے، یہاں ساری ہدایات جو موجب تطہیر ہو سکتی ہیں، یعنی زینتِ دنیوی کا ترک کرنا، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت، امر بالمعروف، گھروں میں ٹھہرنا، محاسن کی نمائش نہ کرنا، نماز کا قائم کرنا وغیرہ سب بیبیوں کیلئے ہیں، اور اس ٹکڑے سے پہلے بھی، انہی کا ذکر ہے اور بعد میں بھی انہی کا ___ لغت کی رو سے اہل بیت کا لفظ اول بی بی پر آئے گا، ثانیاً اولاد پر، قرآن کریم میں یہ لفظ خود انہی معنوں میں آیا ہے (انہوں نے بھی سورہ ھود کی آیت کا حوالہ دیا، جہاں اس لفظ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ہیں) مذکر کی ضمیر کے اعتراض کو انہوں نے زبان و ادب کے لحاظ سے نہایت بودا قرار دیا۔ ترمذی کی روایت کا موصوف نے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک روایت میں حضرت ام سلمہؓ کے سوال پر آپؐ نے فرمایا: ''تو بھلائی کی طرف ہے کیونکہ تو نبیوں کی بیویوں میں سے ہے'' (بیان ص ۹۹-۱۰۹۸)

گویا فرمایا کہ تم تو پہلے ہی اس کا مصداق ہو، اُن کیلئے دعا کی گئی۔

جب ہم اس موضوع پر زیادہ غور کرتے ہیں تو یہ سامنے آتا ہے کہ الاهل. اهل الرجل و اهل الدار ''کسی شخص کے متعلق یا گھر والے'' (لسان بذیل مادہ) ''صاحبِ محیط'' کی رائے میں، عبرانی زبان میں ''اھل'' کے مادے سے ''اوھل'' (Ohel) کے معنی خیمہ کے ہیں۔ گویا ___ وہ لوگ جو کسی کے ساتھ ایک ہی خیمے میں رہتے ہوں۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص ۵۷۵، ج ۳) ''صاحب لسان'' کے بقول اہل بمعنی سزاوار اور مستحق بھی آتا ہے ___ نیز انہی کی رائے میں ''اہل البیت'' سے مراد ازواجه و بناته و صهره ہیں، یعنی آپ کی بیویاں، صاحبزادیاں اور داماد! تاہم جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ داماد کی شمولیت کا معاملہ بہت کھینچا تانی کا ہے۔ ''صاحب محیط'' کی رائے ہے: کہ اھل سے بالخصوص بیوی مراد ہے۔ (اور یہی اصل ہے)

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ایک قابل قدر علمی کارنامہ ''اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ'' میں ''اھل البیت'' کے ضمن میں جو مقالہ ہے، اس کے بعض ضروری حصے لائق مطالعہ ہیں ___ انہیں ملاحظہ فرمالیں: علماء کے نزدیک ''اہل البیت''

سے مراد پیغمبرِ اسلام ﷺ کا گھر ہے، جس میں ازواجِ مطہرات سکونت پذیر تھیں ـــــ چنانچہ "قرن فی بیوتکن" میں ان حجروں اور مختصر کمروں کا ذکر ہے، جن میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رہتی تھیں۔ (ج ۳، ص ۵۷۶)

ابن ابی حاتم اور ابن عساکر، نے حضرت عکرمہؓ اور ابن مردویہ نے بحوالہ حضرت سعید بن جبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل کیا: "اہل البیت والی آیتِ احزاب ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی" (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۰، مطبوعہ مصر)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں قرآن کریم کی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۳ (اے مومنو! تم نبی ﷺ کے گھر "بیوت النبی" میں نہ داخل ہو) کے ضمن میں لکھا: نبی خاتم و امام مصوم ﷺ سیدتنا و مخدومتنا عائشہ صدیقہ حمیرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف لے گئے تو فرمایا: السلام علیکم اهل البیت و رحمته الله جواب میں انہوں نے عرض کیا: و علیک السلام و رحمته الله و برکاته.

سیدنا علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چادر میں لے کر دعا کی ـــــ اسی طرح کی روایت سگے چچا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بچوں کیلئے بھی ہے (اردو دائرہ معارف. ج ۳ ص ۵۷۸) اور پہلے بھی یہ گزرا کہ بعض حضرات تمام تر بنو ہاشم کو شامل کرتے ہیں ـــــ جہاں تک شمولیت کا تعلق ہے۔ اس میں روایات کے حوالہ سے کئی ایک کو شامل کیا جا سکتا ہے ـــــ حضرت المخدوم سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کے لئے آخر روایت "سلمان اهل بیت منا" کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر قرآن عزیز کو سامنے رکھا جائے اور "الاحزاب" کے رکوع ۴ ـــــ جس کی آیت کے حوالہ سے بحث ہوئی، کے پورے مضمون پر غور کیا جائے تو "قرآنی اهل البیت" کا اولین اور بنیادی مصداق ـــــ حضور اکرم محمد الامین ﷺ کی بیویاں ہی ہیں، جو کائنات انسانی کی خواتین کی سرخیل و سرگردہ ہیں ـــــ جنہیں ایک خاص پس منظر میں "سورۃ النور" کے تیسرے رکوع کے آخر میں "الطیبات" کے پاکیزہ ترین لقب و خطاب سے یاد کیا گیا ـــــ جو بلاشبہ ان ہی عفت مآب خواتین کے سر پر سجتا ہے ـــــ جنہیں قرآن عزیز نے "امتِ مسلمہ" کی مائیں قرار دیا (الاحزاب: ۶)

یہی سبب ہے کہ رواں صدی میں قرآن کریم کے عجیب و غریب الہامی اور وجدانی نکات فضا میں بکھیرنے والے صاحبِ دردِ عالم امیر شریعت السید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ ـــــ ان عفت مآب خواتین کو "روحانی" نہیں "قرآنی مائیں" قرار دیتے کہ روحانیت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ قرآنی مائیں ہونے کا شرف انہیں ہی حاصل ہے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن کے سپئر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں۔

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

مولانا محمد مغیرہ (دوسری قسط)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

(اس سلسلے کی پہلی قسط ستمبر ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔)

قارئین! آپ وضاحت اور صراحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ "قبر" سے مراد قرآن وحدیث میں یہی ارضی قبر ہے۔ اور یہی اہل سنت کا مؤقف ہے۔ پھر اسی قبر میں مدفون آدمی کا اپنے کفر و شرک یا گناہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہونا بھی آپ کے سامنے آچکا، جس پر ہم نے قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ پیش کر دیں اور واضح کر دیا کہ قبر و برزخ میں عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی خود بخود واضح ہو گیا کہ قبر و برزخ میں راحت وسکون بھی جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ جب قبر و برزخ کے عذاب وثواب کو انسان محسوس کر رہا ہے، فرشتوں کے آنے پر وہ اٹھ بیٹھا ہے، دفن کر کے واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ وہ سن رہا ہے، فرشتوں کے سوالات سن کر ان کے جواب بھی دیے جا رہا ہے تو کیا یہ صرف تخیل ہے؟ نہیں، یہ حقیقت پر مبنی بات ہے جس کو قرآن وحدیث نے بیان کیا۔

کیا یہ اعمال اور یہ احساسات زندگی کے بغیر ہیں؟ یقیناً نہیں۔ ہاں! زندگی کا عالم تبدیل ہو چکا ہے۔ پہلے انسان عالم دنیا میں تھا جبکہ اب عالم برزخ میں پہنچ چکا ہے، لیکن مذکورہ اعمال واحساسات تقاضا کرتے ہیں حیات کا۔ ایک بے حس اور بے جان کو کہاں سماع کی قوت؟ کہاں قوت گویائی؟ کہاں قوت احساس؟ اسی بات کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں..... "مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا، پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب وعذاب کا ہونا، قرآن مجید کی قریباً دس آیات میں اشارتاً اور رسول کریم ﷺ کی ستر (۷۰) احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، جس میں مسلمان کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں" ("معارف القرآن" جلد ۵، صفحہ ۲۳۶)

واضح رہے کہ ہر مسلمان، پاکباز، فاسق وفاجر، اور کافر ومنافق کو یہ برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ ایک اور بات جس کے سمجھنے کیلئے کامل توجہ کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ولاتقولوا لمن يقتل فى سبيل الله اموات. بل احياء و لكن لاتشعرون"

اور نہ کہو تم ان کو جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے" (پ۲، رکوع ۳)

(۲) ولاتحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله اموات. بل احياء عند ربهم يرزقون

''ان لوگوں کے بارے جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے نہ گمان کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے ہیں'' (پ۴، رکوع ۸)

ان دونوں آیتوں میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، قتل کیے گئے (جن کو کفنایا گیا، جن کی نماز جنازہ پڑھی گئی، جن کی قبریں کھود کر ان کو ان قبور میں دفن کیا گیا، دنیا میں جن کے مال کو عام مرنے والوں کی طرح وراثتاً تقسیم کیا گیا، جن کی بیویاں بیوہ کہلائیں اور جن کے بچے یتیم ہوئے) ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں جبکہ دوسری آیت میں مزید اس بات کو بیان فرمایا کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان ہی نہ کرو کہ وہ اللہ سے رزق پاتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں اسی وجود کو مردہ کہنے سے روکا گیا ہے جس وجود پر فعل قتل وارد ہوا ہے۔ ظاہر ہے فعل قتل جسم پر وارد ہوا ہے، کفنایا جسم کو جارہا ہے، جنازہ بھی جسم پر پڑھا جارہا ہے اور جسم کو ہی قبر میں دفن کیا جارہا ہے اسی کو مردہ کہنا چاہیے تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو مردہ کہنے سے نہ صرف منع کیا بلکہ ان کے مردہ ہونے کا گمان کرنے سے بھی منع کردیا کیونکہ......... ''وہ زندہ ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں'' ظاہر ہے رزق زندہ جسم کی ضرورت ہے اور جسم قبر میں دفن ہے۔

اس مختصر سی بات کے سمجھ لینے کے بعد ہم سب کیلئے اس بات کا سمجھنا آسان ہوگیا کہ جب ایک عام آدمی کو قوت سماع اور قوت احساس قرآن وحدیث کی روشنی میں میسر آرہی ہے، اور شہداء کو ایسی زندگی، برزخ (قبر) میں حاصل ہورہی ہے کہ ان کیلئے مردہ کا لفظ استعمال کرنا تو کجا، اس قسم کے تصور کی بھی ممانعت کردی گئی ہے تو اس سے خود بخود یہ مسئلہ واضح ہورہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً ہمارے آقا ﷺ کو برزخی زندگی کتنی کامل واکمل عطا ہوئی۔ وہ برزخ (قبر شریف) میں فائز الحیات ہیں۔ گویا شہداء کے حق میں قرآن مجید کی آیات سے، بطور دلالۃ النص انبیاء علیہم السلام کی حیات سمجھ میں آتی ہے۔ (دلالۃ النص اسے کہتے ہیں کہ ایک چیز مذکور ہو اور دوسری چیز اس سے بدرجہٗ اولیٰ سمجھ میں آرہی ہو)۔ جبکہ حضور علیہ السلام کے ارشادات سے صاف لفظوں میں واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور علیہ السلام، دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد برزخ (قبر شریف) میں جسد عنصری کے ساتھ فائز الحیات ہیں تو لیجئے! حضور علیہ السلام کے ارشادات پڑھیے! اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون حاصل کیجیے۔

(۱) عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فان صلوتکم معروضتہ علی قال قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قدارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء (ابوداؤد۔ جلد۱، صفحہ۱۵۰)

ترجمہ: ''حضرت اوس بن اوسؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تمام دنوں میں سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدمؑ کی تخلیق ہوئی، اسی دن ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت کی بے ہوشی ہوگی۔ پس جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود یقیناً مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (جس پر) صحابہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! جب آپ مٹی میں گھل چکے ہوں گے تو اس وقت ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ (اس پر) آپ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے زمین پر حرام کر دیا کہ انبیاء کے جسموں کو مٹی کھائے''۔

اس حدیث میں اس وقت یہ فرمان کہ ''فان صلوتکم معروضة علیٰ'' قابل توجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے''۔ جس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت آپ زندہ تھے اور درود وسلام روح مع الجسد پر پیش کیا جاتا تھا، اس سے لازمی طور یہ اشکال پیدا ہونا یقینی تھا کہ آپ کے وفات پا جانے کے بعد آپ ﷺ پر درود کیسے پیش ہوگا کہ ''وقد ارمت'' (جبکہ آپ مٹی میں گھل چکے ہوں گے)۔ اور یہی سوال صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض بھی کیا، جیسے اوپر حدیث میں تصریح ہے کیونکہ ان صلوتکم معروضة علی فنی اعتبار سے جملہ اسمیہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی استمرار کی وجہ سے تعجب ہوا۔ انہوں نے قبل الوفات اور بعد الوفات ادوار میں فرق معلوم کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے ہر دو ادوار میں فرق کرنے کی بجائے ایک اصولی بات فرما دی کہ انبیاء کی وفات کے بعد وہ حالت نہیں ہوتی جو عام انسانوں کی ہوتی ہے بلکہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء

آپ ﷺ نے قبل الوفات اور بعد الوفات کے ''عرض الصلوٰۃ'' کو برابر رکھا۔ اب ظاہر ہے قبل الوفات درود روح مع الجسد پر پیش جاتا تھا تو لازمی طور پر آپ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ پر درود پیش کیا جا رہا ہے تو روح مع الجسد پر۔ جیسے عالم دنیا میں درود وسلام پیش کیا جاتا تھا روح مع الجسد پر، اور آپ حیات تھے، ایسے ہی برزخ میں بھی درود وسلام روح مع الجسد پر پیش ہوتا ہے کہ آپ حیات ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے حیات دنیوی تھی اور انتقال فرما جانے کے بعد حیات برزخی ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ حیات حیات ہے دنیوی ہو یا برزخی۔ دنیا اور برزخ حیات کیلئے ظرف زماں ہے۔

جب آپؐ اس دنیا میں تھے تو حیات کیلئے دنیا ظرف تھی، اس لئے اس کو حیات دنیوی کہا جاتا تھا اور جب دنیا سے انتقال فرما جانے کے بعد دوسرے عالم یعنی برزخ میں تشریف لے گئے تو وہاں کی حیات کو عالم برزخ میں ہونے کی وجہ سے حیات برزخی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عالم دنیا میں بھی آپ ﷺ کے جسد اطہر کو حیات حاصل تھی اور عالم برزخ میں بھی جسد اطہر کو حیات حاصل ہے۔ درود وسلام حیات دنیوی میں جب آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا تھا تو آپ کو ادراک وشعور حاصل تھا، ایسے ہی اب حیات برزخی میں آپ ﷺ پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے تو آپ کو ادراک وشعور حاصل ہے البتہ زمانہ کے تغیر سے احوال تغیر پذیر ہو گئے مگر حیات بجسدہ العنصری حاصل ہے۔ اور اسی بات کی مزید وضاحت اور تائید حضور

علیہ السلام کے اس ارشاد میں جو صحاح ستہ کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ'' میں ہے، اس طرح ہے۔ **ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق** (ابن ماجہ۔ صفحہ ۱۱۸)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے''۔ اور ظاہر ہے رزق کی طلب جسم کو ہے۔

(۲) عن انس ابن مالک قال قال رسو ل اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (مسند)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں'' قارئین محترم! اس حدیث میں ''فی قبورھم'' اور ''یصلون'' نے ''احیاء'' کی مکمل تشریح کر دی ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اور آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ قبر قرآن وحدیث کی روشنی میں اسی ارضی قبر کو کہا جاتا ہے، جہاں انسان کا جسم قرار پکڑتا ہے) انہیں زندگی ہی حاصل نہیں بلکہ اعمال حیات بھی حاصل ہیں کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۳) عن انس ابن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت و فی روایۃ ھداب مررت علی موسیٰ لیلۃ السریٰ بی عندا لکثیف الاحمر و ھو قائم یصلی فی قبرہٖ (مسلم شریف۔ جلد ۲، صفحہ ۲۶۸)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میں سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں''

یہ حدیث صحاح ستہ کی مرکزی کتاب ''مسلم شریف'' سے آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے، جس میں موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا خود حضور علیہ السلام دیکھ کر بیان فرما رہے ہیں۔ نبی کا تو خواب بھی قابل حجت ہے، چہ جائیکہ نبی علیہ السلام اپنی آنکھوں دیکھی بات بیان فرمائیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا حیات جسدی کی دلیل ہے۔ معاذ اللہ ایک بے حس و بے شعور جسم کیلئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پھر یہ تو نبی آخر الزمان ﷺ کا ارشاد ہے۔

(۴) ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام (نسائی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا ''بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیاحت (گردش) کرتے ہیں۔ جہاں کوئی میرا امتی مجھ پر سلام پڑھے وہ مجھ پر پہنچا دیتے ہیں'' اس حدیث میں ''یبلغونی'' خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہے اور اس میں ''نی'' واحد متکلم کی ضمیر ہے جو ذات پر دلالت کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی نہ صرف جسد اطہر ہے اور نہ ہی محض روح مبارک بلکہ دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور آپ کا یہ فرمان (یبلغونی) واضح کرتا ہے کہ یہ سلام آپ کی ذات اقدس پر پیش ہوتا ہے جو روح مع الجسد ہے۔

(۵) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علیٰ الارد اللہ علیٰ روحی حتی ارد علیہ السلام

ترجمہ: ''کوئی شخص ایسا نہیں کہ مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ میری روح مجھ پر لوٹا دے گا یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں''

(ابوداؤد۔جلد۱،صفحہ۲۷۹)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ سلام عرض کرنے والے کا جواب دینے کیلئے آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا، یہ حیات جسدی ہی تو ہے۔

اگر توجہ کی جائے تو امام ابوداؤد کا باب ''زیارۃ القبور'' باندھ کر اس حدیث کا ذکر کرنا، اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اس حدیث سے، زیارت کے وقت قبر شریف کے پاس سلام کہنا مراد ہے اور یہی بات امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں امام ابنِ تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے کہ جب امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام عرض کرے تو کیا آپ ﷺ سماعت فرماتے ہیں؟ امام ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں **لم یکن عندہ بما یعتمد علیہ فی ذالک من الحدیث الاحدیث ما من احد یسلم علی الاردالله علی روحی حتی ' ردعلیہ السلام** کہ ابن حنبلؒ کے پاس اس وقت سوائے اس حدیث کے اور کوئی روایت نہ تھی جس پر اعتماد کیا جا سکے اور وہ یہ ہے کہ ''جب کوئی شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دوں''۔ اس اعتبار سے اگر بغور دیکھا جائے تو یہ مذکورہ حدیث شریف جہاں حیات جسدی پر واضح دلیل ہے ایسے ہی آپ کے قریب سے سلام سننے اور اس کا جواب دینے کو بھی کھل کر بیان کر رہی ہے۔

قارئین محترم! **ان لله ملئكة فی الارض یبلغونی من امتی السلام** اور **ما من احد یسلم علی الا رد الله علی روحی حتی ارد علیہ السلام** .... یہ دونوں حدیثیں دو مختلف باتیں واضح کر رہی ہیں کہ اگر دور سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور پہنچاتے ہیں جبکہ روضہ اطہر پر پڑھا جانے والا درود وسلام آپ خود سماعت فرما کر جواب سے بھی سرفراز فرماتے ہیں۔

(۶) عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ قال من صلی علیٰ عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیاابلغتہ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص درود پڑھے میری قبر کے پاس، میں خود سنوں گا اور جس نے دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا''۔

اس حدیث میں دو باتوں کو ایک جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں کہ ''دور کا درود وسلام فرشتوں کے ذریعہ آپ تک پہنچایا جاتا ہے اور قریب کا درود وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں'' ابھی دو احادیث میں علاحدہ علاحدہ بیان ہوئی ہیں، اور یہ دونوں حدیثیں صحاح ستہ کی ہیں۔

قارئین محترم! ہم نے اپنا مؤقف آپ کی خدمت میں بحوالہ احادیث رسول پیش کر دیا کہ ''آپ ﷺ انتقال فرما جانے کے بعد برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات ہیں اور حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پہ حاضر ہونے والوں

کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں''۔ اس مؤقف پر کہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں۔، سب سے آخر میں پیش کی جانے والی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیاً ابلغتہ سے آزاد خیال گروپ بڑا نالاں نظر آتا ہے، کیونکہ اس سے واضح طور پر ایک بات کا اعلان ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی شرف کو حاصل کرنے کیلئے مسلمان دیوانہ وار روضہ رسول علیہ السلام پر حاضری دیتے ہیں کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام ہماری آواز میں آپ ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں، جب خود سماعت فرماتے ہیں تو قبر اطہر میں زندہ بھی ہیں اور اسی خیال سے حاضری مقصود ہوتی ہے۔ اور یہ عمل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اب تک تمام مسلمان تسلسل کے ساتھ دہراتے چلے آرہے ہیں، اسی عقیدہ کے ساتھ کہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں۔ مگر آزاد خیال دوست نمعلوم کیوں اس کوشش میں سرگرداں ہیں کہ اس حدیث کو جتنا ہوسکے مجروح قرار دیا جائے۔ وہ اس حدیث کی سند میں موجود راوی محمد بن مروان سدی صغیر پر محدثین کی جرح وتنقید کی وجہ سے اس حدیث کو من گھڑت اور جعلی ووضعی باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں لیکن ان کا یہ عمل انہیں ہرگز کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہونے والی بات کہ آپ ﷺ روضہ اقدس پر پیش کیا جانے والا صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرماتے ہیں، حدیث ابوداؤد کے حوالہ سے اور امام احمد بن حنبلؒ کی تشریح کے ساتھ ہم پہلے ہی پیش کر آئے ہیں۔ (جاری ہے)

مسافرانِ آخرت

☆ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے ماموں زاد اور نقیب ختم نبوت کے رفیق فکر سید محمد یونس بخاری صاحب کی خوش دامن صاحبہ اور ان کی اہلیہ کے چچا گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئے۔

☆ حافظ سعید احمد رحمہ اللہ: حضرت مفتی محمد عبداللہ (ملتان) رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور صدیقیہ کتب خانہ کے مدیر محترم حافظ سعید احمد صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ مرحوم انتہائی صالح اور اکل حلال کا اہتمام کرنے والے تھے۔ عشاء کی نماز ادا کر کے نوافل میں مشغول تھے کہ دوران نماز روح پرواز کر گئی۔

☆ عبدالعزیز خان مرحوم: مجلس احرار اسلام (ڈیرہ اسماعیل خان) کے کارکن محترم عبدالعزیز خان صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔

☆ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مولانا قاری لطف اللہ شہید کی بیوہ محترمہ رُشد اللہ، سعد اللہ اور حزب اللہ کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

☆ جامعہ رشیدہ ساہیوال کے ناظم قاری عبدالہادی انتقال فرما گئے۔ احرار رہنما محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے ۲۰ ر دسمبر کو جامعہ رشیدیہ ساہیوال جا کر ورثاء اور متوسلین سے اظہارِ تعزیت کیا۔

☆ مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنما مولانا محمد مغیرہ کے چچا مستری شیر محمد صاحب (بستی غلام واہ ضلع وہاڑی) انتقال کر گئے ☆ مجلس احرارِ اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے بزرگ کارکن محترم سیٹھ محمد اشرف صاحب کی اہلیہ ۲۶ ر دسمبر کو انتقال کر گئیں۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے ان کے لئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

محمد عطاء اللہ صدیقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "سیکولر" کہنے کی جسارت

سیکولرازم ایک مذہب دشمن نظریہ ہے، ایک سیکولر ذہن رکھنے والا شخص الہامی تعلیمات کے مقابلے میں عقلی ہدایت کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔ مغرب میں سیکولرازم کا نظریہ مسیحی چرچ کے خلاف ردِّعمل کے طور پر سامنے آیا مگر جدید دور میں سیکولر طبقہ تمام مذاہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سیکولرازم کے مختلف اصطلاحی معنوں میں سے معروف ترین وہ تصور ہے جس کی رو سے چرچ اور ریاست، یا مذہب اور سیاست کا دائرہ کار بالکل الگ سمجھا جاتا ہے۔ سیکولرازم کی رو سے مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے، اجتماعی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات سیکولرازم کے برعکس ہیں۔ اسلام مذہب اور ریاست کی تفریق کا قائل نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن یا راسخ العقیدہ شخص "سیکولر" نہیں ہوسکتا۔ ایک مؤمن مسلمان خدائی تعلیمات کے مقابلے میں عقلی تعبیرات کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آج کل کے سیکولر دانشوروں کے افکار و اعمال کا جائزہ لیا جائے تو سیکولرازم "لادینیت" اور "الحاد" کا ہم معنی نظریہ ہے۔ مگر پاکستان کے لادینیت پسندوں کی جسارت ملاحظہ ہو کہ وہ اسلام کے نام پر بننے والی مملکتِ پاکستان میں اسلام کی بجائے "سیکولرازم" کا نفاذ چاہتے ہیں۔

بعض صحافیوں کی گستاخانہ جسارتیں اب اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ وہ عام مسلمان تو ایک طرف خود رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کو بھی "سیکولر" کہنے سے باز نہیں رہتے۔ روزنامہ "پاکستان" میں معروف عالم دین مولانا سرفراز نعیمی کا انٹرویو شائع ہوا ہے، انٹرویو لینے والے سیکولر صحافی افضال ریحان نے من جملہ دیگر سوالات کے، ان سے یہ سوال بھی کرڈالا: "اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ دنیا کے سب سے بڑے سیکولر انسان تھے تو آپ اس کی وضاحت میں کیا فرمائیں گے" (سنڈے میگزین، ۲۸ر اکتوبر ۲۰۰۱ء)

مولانا سرفراز نعیمی صاحب نے اس کا یوں جواب دیا: "اگر Secular سے مراد Temporal یا Non-religion کے معنی ہیں تو یہ بات مکمل طور پر غلط ہے کیونکہ خود حضور اکرم ﷺ مذہبِ اسلام کے داعی ہیں اور اسلام بذاتہ ایک دین (Religion) ہے۔ اس کا اپنا ایک System of faith and worship ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ سیکولر تھے، درست نہیں ہے۔"

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ منزہ و مقدس تھی، آپ سراپا روحانیت تھے، آپ روحانی رفعتوں پر فائز تھے، جہاں مادی آلائشوں کا گزر تک نہ تھا۔ آپؐ کے بارے میں یہ خیال رکھنا یا سوچنا کہ آپؐ "سیکولر" تھے، آپ کی سخت توہین کے مترادف ہے۔ مندرجہ بالا سوال کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ افضال ریحان جناب رسالت مآب ﷺ کو دنیا

کا سب سے بڑا سیکولر انسان (نعوذ باللہ) سمجھتا ہے۔ اس سے بڑا جھوٹ یا رسالت مآب ﷺ کے بارے میں تہمت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ یورپ کا سب سے بڑا سیکولر دانشور بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا پوپ کو کبھی سیکولر نہیں لکھے گا کیونکہ وہ سیکولر ہونے کا مطلب بخوبی سمجھتا ہے۔ اگر کوئی یہ حرکت کرے بھی تو پڑھنے والے یہی سمجھیں گے کہ یہ شخص یا تو سیکولرازم کا مفہوم نہیں سمجھتا یا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پوپ پر گھٹیا زبان درازی اور بہتان طرازی کر رہا ہے۔ پاکستان میں قانون توہینِ رسالت C-295 نافذ ہے مگر اس کے باوجود گستاخانِ رسول کی غلیظ زبان درازیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ کبھی ''فرنٹیر پوسٹ'' میں کسی دریدہ دہن یہودی کا سخت قابل اعتراض خط شائع ہوتا ہے، تو کبھی کوئی عیسائی آپؐ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ گزرتا ہے اور پھر کبھی ''پاکستان'' جیسے دائیں بازو کے اخبار میں جناب رسول اکرم ﷺ کو ''دنیا کا سب سے بڑا سیکولر انسان'' کہنے کی ناپاک جسارت سامنے آتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک اسلامی ریاست میں ناموسِ رسالت ﷺ آخر اس قدر عدمِ تحفظ کا شکار کیوں ہے کہ اسلام دشمنوں کو اس کی پامالی میں ذرا برابر خوف محسوس نہیں ہوتا؟ ہم دعوے تو عشقِ رسول ﷺ کے کرتے ہیں، مگر یہ دعوے محض زبانی جمع خرچ سے زیادہ نہیں ہیں۔ ناموسِ رسالت ﷺ مسلمانوں کے لئے بنیادی عقیدہ اور مذہبی اساس کا درجہ رکھتی ہے مگر ہمارے دلوں میں اس کی اہمیت کا وہ احساس باقی نہیں رہا جو سچے محبانِ رسول ﷺ میں ہونا چاہیے۔ ہماری اس کمزوری کا احساس رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو بھی ہے، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی آپؐ کی ذاتِ اقدس کے متعلق اخبارات میں گستاخانہ کلمات کی اشاعت کی جرأت کر سکے۔ افغانستان میں کوئی صحافی طالبان سے آخر ایسا سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتا، جیسا سوال مولانا سرفراز نعیمی سے افضال ریحان نے کیا۔ کیونکہ وہاں ہر شخص کو معلوم ہے کہ وہ زبان جو اس طرح کے کلمات ادا کرے گی، گدی سے کھینچ لی جائے گی۔

پاکستان کے لادینیت پسندوں کو یہ شکایت ہے کہ پاکستان کے ساتھ ''اسلامی جمہوریہ'' کا سابقہ کیوں لگا ہوا ہے؟ ہمیں یہ شکایت ہے کہ پاکستان کے ''اسلامی جمہوریہ'' ہونے کے باوجود یہاں ''سیکولرازم'' کی عملداری کیوں ہے؟ پاکستان محض قانونی طور پر ہی ''اسلامی'' ریاست کیوں ہے، عملی طور پر کیوں نہیں؟

پاکستان کے لادینیت پسندوں کو جب بتایا جاتا ہے کہ سیکولرازم ایک مذہب دشمن نظریہ ہے، جس کی ایک اسلامی ریاست میں ہرگز گنجائش نہیں ہے تو وہ مختلف تاویلات پر اتر آتے ہیں۔ انہوں نے سیکولرازم کی خانہ زاد اور من چاہی تعریفیں وضع کر رکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کہ سیکولرازم کا مطلب ''لادینیت'' نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ''ریاستی غیر جانبداری''، تحمل، رواداری اور مذہبی آزادی وغیرہ ہیں۔

وہ دل میں تو سمجھتے ہیں مگر بظاہر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ سیکولرازم کی اصل روح مذہب دشمنی ہی ہے۔ مندرجہ بالا

خوش کن تراکیب انہوں نے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے وضع کررکھی ہیں، ورنہ ان کا اصل ہدف پاکستان میں اسلامی شریعت کی بالادستی کے قانون کا عملی طور پر خاتمہ کرنا ہے۔ وہ ملائیت اور بنیاد پرستی کے پردے میں اسلام کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ خالص اسلام کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں، وہ ترقی پسند اور لبرل اسلام کو ماننے کا دعوئ کرتے ہیں جس کی اصل روح مغربی تہذیب میں مضمر ہے، البتہ اس میں وہ اسلام کا صرف ''تڑکا'' لگانا پسند کرتے ہیں۔ پاکستان کے لادینیت پسند جس قدر چاہیں سیکولرازم کے فریب انگیز مطالب وضع کرتے رہیں، سیکولرازم کا صرف وہی مطلب قابل قبول ہے جو اہل مغرب نے بیان کیا ہے۔ انگریزی زبان کی کوئی معروف لغت یا انسائیکلوپیڈیا ایسا نہیں ہے جس میں سیکولرازم کا وہ مطلب بیان کیا گیا ہو جو ہمارے لادینیت پسند بیان کرتے ہیں۔ تمام کلاسیکل لغات میں سیکولرازم کو مذہب دشمن نظریہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ گزشتہ دو چار سالوں میں چند ایک لغات ایسی شائع ہوئی ہیں، جس میں سیکولرازم کا مطلب جزوی طور پر روشن خیال وغیرہ بھی بیان کیا گیا ہے، مگر یہ اس اصطلاح کا محض جزوی مطلب ہے۔ وہاں بھی اصل مطلب وہی ہے جو کلاسیکل لغات میں ملتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند معروف ڈکشنریوں میں سے سیکولرازم کی تعریف یہاں درج کردی جائے:

(۱) آکسفورڈ ڈکشنری میں سیکولرازم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''یہ نظریہ کہ اخلاقیات کی بنیاد صرف اس مادی دنیا میں انسانیت کی فلاح کے تصور پر قائم ہونی چاہیے، خدا پر ایمان یا اُخروی زندگی کے متعلق تمام تر تصورات کو اس میں سرے سے کوئی عمل دخل نہ ہو''

(۲)Lobiter کی ڈکشنری آف ماڈرن ورلڈ میں سیکولرازم کی تعریف دو حصوں میں ان الفاظ میں کی گئی ہے:

(i) ''دنیوی روح یا دنیوی رجحانات وغیرہ بالخصوص اصول و عمل کا ایسا نظام جس میں ایمان اور عبادت کی ہر صورت کو رد کردیا گیا ہو۔''

(ii) ''یہ عقیدہ کہ مذہب اور کلیسا کا امورِ مملکت اور عوام الناس کی تعلیم میں کوئی عمل دخل نہیں ہے''

(۳) نیو تھرڈ ورلڈ ڈکشنری میں سیکولرازم کی تعریف ان الفاظ پر مبنی ہے:

''زندگی یا زندگی کے خاص معاملہ سے متعلق وہ رویہ جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دین یا دینی معاملات کا حکومتی کاروبار میں دخل نہیں ہونا چاہیے یا یہ کہ مذہبی معاملات کو نظام حکومت سے ارادتاً دور رکھا جائے۔ اس سے مراد حکومت میں خالص لادینی سیاست ہے، دراصل سیکولرازم اخلاق کا ایک اجتماعی نظام ہے، جس کی اساس اس نقطۂ نظر پر ہے۔''

(۴) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (جلد۹، پندرھواں ایڈیشن) میں سیکولرازم کی وضاحت ملاحظہ کیجیے:

''سیکولرازم سے مراد ایک اجتماعی تحریک ہے، جس کا اصل ہدف اُخروی زندگی سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر دنیوی زندگی کی طرف مرکوز کرانا ہے۔ قرونِ وسطیٰ کے مذہبی میلان رکھنے والے افراد میں دنیاوی معاملات سے متنفر ہوکر خداوند

قدوس کے ذکر اور فکرِ آخرت میں انہماک اور استغراق کا خاصا قوی رجحان پایا جاتا تھا۔ اس رجحان کے خلاف ردِّعمل کے نتیجہ میں نشاۃِ ثانیہ کے زمانہ میں سیکولرازم کی تحریک انسان پرستی (ہیومن ازم) کے ارتقاء کی شکل میں رونما ہوئی، اس وقت انسان نے انسانی ثقافتی سرگرمیوں اور دنیاوی زندگی میں اپنی کامیابیوں کے امکانات میں پہلے سے زیادہ دلچسپی لینا شروع کی۔ سیکولرازم کی جانب یہ پیش قدمی تاریخ جدید کے تمام عرصہ کے دوران ہمیشہ آگے بڑھتی رہی اور اس تحریک کو اکثر مسیحیت مخالف اور مذہب مخالف (Anti-Religion) سمجھتا رہا۔''

مندرجہ بالا تعریفوں میں سے کیا کوئی ایک بھی ایسی ہے کہ جس کی روشنی میں اسلام اور سیکولرازم کے درمیان کوئی قدرِ مشترک تلاش کی جاسکے؟ کیا پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک ایسی تحریک برپا کرنا چاہتے تھے، جس میں خدا پر ایمان یا اُخروی زندگی کے تصور کو کوئی عمل دخل نہ ہو؟ کیا آپ کی تعلیمات کا اصل ہدف لوگوں کی توجہ اُخروی زندگی سے ہٹا کر دنیوی زندگی کی طرف مبذول کرانا تھا؟ یا کوئی بدبخت آپ کے تصورِ حکومت کے بارے میں یہ خیال بھی ذہن میں لاسکتا ہے کہ جس میں مذہب کو الگ کردیا گیا ہو۔ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر رسالتِ مآب ﷺ کے ادنیٰ پیروکار کی حیثیت سے ہم یہ دریافت کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں کہ افضال ریحان یا اس جیسے کسی نام نہاد ''روشن خیال'' (حقیقت میں تاریک خیال) کو یہ حوصلہ اور جرأت کیسے ہوئی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو ''دنیا کا سب سے بڑا سیکولر انسان'' کہے؟

کیا مجیب الرحمٰن شامی صاحب جو ایک اسلام پسند صحافی ہیں، بتانا پسند کریں گے کہ روزنامہ ''پاکستان'' میں توہینِ رسالتؐ پر مبنی ایسے کلمات کی اشاعت ان کے اخبار کی باقاعدہ پالیسی ہے یا پھر اسے محض ایک صحافیانہ فروگزاشت سمجھا جائے؟ مگر چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے وہ اس فروگزاشت سے اپنے آپ کو بری الذمہ کیسے قرار دیتے ہیں؟ حریتِ فکر اور اظہار رائے کی آزادی اپنی جگہ، مگر اس کا دائرہ توہین رسالت تک وسیع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مجیب الرحمٰن شامی صاحب کی زیرِ ادارت نکلنے والے کسی اخبار میں رسالتِ مآب ﷺ کو پہلی دفعہ ''سیکولر'' نہیں کہا گیا۔ آج سے تقریباً تین سال پہلے اجمل نیازی نے انٹرویو کے دوران علامہ جاوید غامدی سے بھی اس طرح کا سوال پوچھا تھا، جو ہفت روزہ ''زندگی'' میں شائع ہوا تھا۔ راقم الحروف کی یادداشت کے مطابق یہ محض دو ایسے واقعات ہیں جن میں کسی اخبار نے رسالت مآب ﷺ کے بارے میں اس طرح کے کلمات شائع کئے ہوں۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے اخبار یا رسالہ میں اس طرح کے سوالات شائع ہوتے ہیں؟ اس کی وضاحت کرنا ان کا فرض ہے۔ ہم افضال ریحان کی اس گندی حرکت کی سخت مذمت کرتے ہیں اور جناب مجیب الرحمٰن شامی اور جناب عطاء الرحمٰن سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس گستاخانہ جسارت کا سخت نوٹس لیں

(قسط اوّل)

پروفیسر خالد شبیر احمد
(ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان)

محاسبۂ قادیانیت اور مجلس احرار اسلام

قادیانیت: استعمار کی سیاسی طاقت اور مجلس احرار اسلام قادیانیت پر کچھ بھی تحریر کرنے یا پڑھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قادیانیت ایسی سیاسی طاقت ہے جسے برطانوی سامراج نے اپنے مخصوص مقاصد کیلئے پروان چڑھایا۔ مذہب کے لبادے میں یہ سیاسی طائفہ برطانوی اور یہوی قوتوں کا آلہ کار بن کر تقریباً ایک صدی سے ملتِ اسلامیہ کے خلاف برسرپیکار ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا سارا کام ایک سیاسی کام ہے۔ جس کا احیاء اسلام کے ساتھ نہ تو کبھی واسطہ رہا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا اسلام سے سروکار ہے۔ برطانیہ جو ملت اسلامیہ کی یک جہتی اس کے اتحاد کو اپنے لئے انتہائی ضرر رساں تصور کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے۔ اسی اتحاد ملی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے سیاسی بساط پر مذہبی لبادے میں قادیانیت کو سیاسی مہرے کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے اور اب بھی کر رہا ہے۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ مجددیت، مہدیت، مسیحیت، نبوت اور رسالت کے پیچھے محض سیاسی مقاصد کی کارفرمائی ہے اور مذہب کے ساتھ اس کا کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں۔ یہ تحریک مذہب کے نام پر سیاسی مقاصد کیلئے ہمیشہ برطانوی اشاروں کے تحت اور ملت اسلامیہ کے ملی مقاصد کے خلاف استعمال ہوتی رہی ہے اور اس وقت بھی ہو رہی ہے اور جب تک برطانوی، امریکی، یہودی استعمار دنیا کے اندر اپنی انفرادیت کو قائم رکھ سکا۔ قادیانیت اس کے اشاروں پر یونہی ناچتی رہے گی۔ جس طرح آج ناچ رہی ہے یا گزشتہ ایک صدی کے دوران ناچتی رہی ہے۔ لہٰذا قادیانیت کے موضوع پر مطالعہ کرنے والے حضرات کو کبھی اپنے ذہن کے کسی گوشہ میں یہ خیال نہیں رکھنا چاہیے کہ قادیانیت محض ایک فریب ہے۔ مذہب کے نام پر یہ ایک سیاسی ٹولہ ہے جو یہودیوں اور انگریزوں کے ایما پر ملت اسلامیہ کے خلاف پچھلی ایک صدی سے برسرپیکار ہے۔ زیر نظر کتاب میں اسی زاویے نگاہ سے قادیانیت کو پیش کیا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد نے مہدیت کا دعویٰ بھی انہی حقائق کو پیش نظر رکھ کے کیا تھا کہ امام مہدی دینی حوالے سے ایک ایسی شخصیت ہے جو خداوند تعالیٰ کی مدد سے زمین پر اپنی خلافت قائم کرے گی۔ یہی شخصیت خدا کی حمایت سے دنیا کے اندر عدل وانصاف قائم کر کے امام مہدی اسلام کا ایک جنگ جو بہادر سپاہی ثابت ہوگا جو اپنی عسکری قوت کے بل بوتے پر پوری دنیا کے اندر اسلام کی دھاک بٹھا دے گا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً کوئی طالع آزما لوگوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے

حصول کیلئے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ایران کے اندر بہائی تحریک اور ہندوستان کے اندر قادیانی تحریک کے پیچھے بھی یہی جذبہ اور یہی مقصد کارفرما تھا۔ خصوصاً مسلمانوں کے زوال کے ساتھ ہی امام مہدی کے مقام و مرتبہ کو زیادہ مؤثر طور پر فوقیت حاصل ہوئی کہ امام مہدی آئے گا، اسلام کی عسکری قوت کو منظم کر کے پوری دنیا کے اندر احیائے اسلام کی تحریک کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کر دے گا۔ مسلمانوں کی سیاسی قوت دوبارہ بحال ہو جائے گی اور دشمنانِ اسلام خداوند تعالیٰ کی حمایت اور مدد سے پوری دنیا کے اندر ذلیل و رسوا ہو کر مسلمانوں کی عظمت کے سامنے دوبارہ سجدہ ریز ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امام مہدی کے بارے میں جتنی بھی روائتیں موجود ہیں۔ میری کوشش اس پر پوری اترتی ہے۔ امام مہدی کے ظہور کا وعدہ پورا ہو چکا ہے، لیکن امام مہدی کے عسکری تصور سے مرزا صاحب خائف تھے۔ چنانچہ اعلان ہوا کہ وہ جنگ جو امام مہدی نہیں ہے بلکہ ایک صلح کن اور امن پسند امام مہدی ہے، جو جہاد اور جنگ کو ختم کرنے کیلئے خدا کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ امام مہدی کے بارے میں جتنی بھی فاتحانہ روایات کتابوں میں موجود ہیں، اُن سے مرزا غلام احمد نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اس کے برعکس امن، سلامتی، جمیت کا علمبردار ہے۔ اب کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جہاد کر کے اسلام کی خدمت کرے۔ خونی مہدی کا تصور عیسائیوں، یہودیوں اور خلاف اسلام قوتوں کو تباہ کر کے اسلام کی حکمرانی کو قائم کرنے والے امام مہدی کا تصور غلط تصور ہے۔ اب امام مہدی محبت اور حسن اخلاق سے دشمنوں کو متاثر کرتے ہوئے اسلام کی خدمت سر انجام دے گا۔ مرزا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ برطانوی حکمرانی کے خلاف جہاد کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ شرعاً ممنوع ہو چکا ہے۔ یہ جہاد خواہ ہندوستان میں ہو یا پھر ہندوستان کے باہر انگریزوں کے خلاف کسی جگہ پر ہو ختم قرار دیا جا چکا ہے۔ خدا کی جانب سے میں اسے ختم کرتا ہوں اور اب قیامت تک کیلئے مسلمان اس فریضے پر سبکدوش ہو چکے ہیں۔

مرزا صاحب کے تمام ارشادات انگریزی استعمار کی حفاظت کیلئے مسلمانوں کو تلقین کے طور پر پیش کئے گئے وہ اس لئے برطانوی سامراج انیسویں صدی کے آخری حصے میں اپنے سامراج کے تسلط کو برقرار رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اور صورت حال انگریزوں کے حق میں نہیں تھی۔ ۱۸۷۹ء میں مصر کے اندر انگریزی استعمار کے خلاف بغاوت کے آثار نمایاں طور پر سامنے آ چکے تھے۔ مصری فوج کے اندر بھی انگریزوں کے خلاف بغاوت ہوئی۔ ۱۸۸۱ء کے اندر مصر کے کرنل احمد اعرابی نے بعض مذہبی اور فوجی رہنماؤں کی مدد سے مصر میں بغاوت کی۔ سکندریہ کے اندر انگریزوں کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ اس وقت کے انگریز وزیراعظم گلیڈ سٹون نے کرنل احمد اعرابی کی قوت کو ختم کرنے کیلئے باقاعدہ مصر میں فوج روانہ کی۔ بڑی مشکل کے ساتھ کرنل احمد اعرابی کی اس بغاوت کو ۱۸۸۳ء میں کچل دیا گیا۔ اسی دوران انگریزی سامراج کو چیلنج کرنے والی ایک اور زبردست شخصیت سوڈان کے اندر ظاہر ہوئی۔ المہدی سوڈانی (محمد احمد) نے مذہب

کے پلیٹ فارم پر کئی قبائل کو یکجا کر کے ایک مضبوط و مؤثر فوجی قوت حاصل کر لی۔ اور انگریزی سامراج کیلئے ایک مستقل خطرے کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جلد ہی مہدی سوڈانی نے دریائے نیل کے مصری سوڈانی علاقے پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ جنرل ہک (HICK) دس ہزار فوج کے ساتھ مہدی سوڈانی کا مقابلہ کرنے کیلئے سوڈان کے صحراؤں کی طرف روانہ ہوا لیکن مہدی سوڈانی کے ہاتھوں بری طرح سے شکست کھا کر ذلیل و خوار ہوا۔ مہدی سوڈانی نے اپنے معتقدین کے اندر دینی جذبے سے جہاد کی روح پھونک دی تھی۔ وہ سروں کو اپنے ہاتھوں پہ رکھے برطانوی فوج سے ٹکرا گئے اور انہیں زبردست شکست سے دوچار کر دیا۔ مسلمانوں کی اکثریت مہدی سوڈانی کو اصلی امام مہدی سمجھنے لگی اور اس طرح وہ دن بدن ایک زبردست دینی قوت بنتے گئے۔ جنرل ہک کی ناکامی کے بعد جنرل گارڈن (Gordon) اور پھر چرچل کو بغاوت فرو کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ لیکن انہیں بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ غرضیکہ مہدی سوڈانی کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ گارڈن کے بعد جنرل کچنر (Kitchner) نے ۱۸۹۶ء میں اس بغاوت کو ختم کیا ۔ مہدی سوڈانی کے خلیفہ کو شکست ہوئی اور اس طرح سوڈان دوبارہ سلطنتِ برطانیہ میں فوجی قوت کے ساتھ شامل کیا گیا ۔ مہدی سوڈانی کی قبر کو تاراج کیا گیا۔ اُس کی ہڈیوں کو دریائے نیل میں بہا دیا گیا اور یوں برطانوی سامراج نے ایک طویل جدوجہد کے بعد سکھ کا سانس لیا۔

مہدی سوڈانی کی اس تحریک سے خود سارا عرب متأثر ہوا۔ سعودی عرب، شام خاص طور پر برطانوی سامراج کے خلاف صف آراء ہوتے نظر آ رہے تھے۔ خود ہندوستان کے اندر مہدی سوڈانی کی فوجی بغاوت کے اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس بغاوت کو بنظرِ استحسان دیکھا۔ ایک وقت تو ایسا بھی تھا کہ ہندوستان کے مسلمان یہ سمجھنے لگے کہ جلد ہی مہدی سوڈانی پورے افریقہ پر تسلط جما کر ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کے تسلط سے نجات دلا کر انہیں آزادی کی منزل سے ہمکنار کر دے گا۔

غرضیکہ جب مہدی سوڈانی کی تحریک اپنے عروج پر تھی مرزا غلام احمد بڑی شدت سے مسلمانوں کے دل و دماغ سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے پر کمر بستہ تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''حقیقتِ مہدی'' جو قادیان سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی فقط مہدی سوڈانی کی مذمت میں لکھی۔ مہدی سوڈانی کو خونی مہدی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اور اسی کتاب میں دعویٰ کیا کہ پچھلے بیس برسوں سے (۹۹۔۱۸۷۹ء) سے وہ (مرزا غلام احمد) جہاد کے خلاف لٹریچر اسلامی ممالک میں خصوصاً ترکی، شام، افغانستان میں تقسیم کر رہا ہے۔ اسی کتاب میں اس نے مسلم ممالک سے یہ اپیل بھی کہ خونی مہدی کو چھوڑ کر اسے مہدی تسلیم کیا جائے اور جہاد کے نام پر ہونے والی انگریزوں کے خلاف بغاوت کو ختم کر دیا جائے کہ اب اس کا کوئی شرعی جواز باقی نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس نے ملکہ وکٹوریہ کے نام ایک خط میں انگریزوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ اس نے اپنے باپ اور بھائی کی وفات کے بعد ہزاروں روپے صرف کر کے اس لٹریچر کو اسلامی ممالک میں تقسیم کیا ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو ختم کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری اس تحریک کے مثبت اثرات دنیا کے مسلمانوں میں مرتب ہوں گے۔ اور ایک دن میری اس تحریک سے برطانوی سامراج کو استحکام نصیب ہوگا۔ خود ہندوستان کے اندر بھی انگریز مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھے۔ سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک اگر چہ مئی ۱۸۳۱ء میں بظاہر ختم ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے اثرات پورے ہندوستان کے مسلمانوں میں موجود تھے۔ تحریک ریشمی رومال ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی باغیانہ کوششیں جو روس تک پہنچ گئیں تھیں۔ یہ سب کچھ انگریزوں کو پریشان کر دینے کیلئے کافی سے زیادہ تھا۔ اس دور کے حالات پر ہندوستان کے مشہور صحافی مولانا چراغ حسن حسرت اپنے ایک مقالے میں ہندوستان کے حالات اور مرزا غلام احمد قادیانی پر اپنے اہم مضمون ''مرزائیت دین عجم کا تسلسل'' کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں۔ جس کے چند اقتباس نذر قارئین ہیں۔

''ہندوستان میں سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے خالص اسلامی حکومت قائم کرنے کے ارادے سے علم جہاد بلند کیا۔ اگر چہ انہیں اس مقصد میں ناکامی ہوئی۔ تاہم مسلمانوں پر اس تحریک کا خوشگوار اثر پڑا اور ان کے متبعین کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جو برابر غیر اسلامی حکومت اور غیر اسلامی عقائد کے خلاف بغاوت کرتی رہی۔ اس زمانے میں دہلی کے تخت پر ایک برائے نام فرماں موجود تھا۔ ۱۸۵۷ء میں اسلامی حکومت کا یہ آخری نشان بھی مٹ گیا۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے جذبات کی شورش اور اضطراب کا ایک ہیجانی دور تھا۔ دہلی کی حکومت برائے نام سہی بہرحال وہ مسلمانوں کی ہشت صد سالہ حکومت کی یادگار تھی۔ اس کا مٹنا آل بابر کی عظمت کا مٹنا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو اس برائے نام حکومت کے چھن جانے کا سخت صدمہ تھا۔ اور وہ اپنے دلوں میں انگریزوں کے خلاف ایک عمیق جذبۂ نفرت محسوس کر رہے تھے۔ انگریزوں نے ان کے جسم مسخر کر لئے تھے لیکن وہ ابھی تک ان کو روح کو مغلوب نہ کر سکے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مسلمان مجبور اور بے بس تھے اور انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کر دینا ان کے لئے تقریباً ناممکن تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی دلی نفرت کے اظہار میں کبھی تامل نہیں کیا۔ یعنی اس زمانے میں جب ہندو انگریزی تعلیم حاصل کر کے سرکاری عہدوں پر قبضہ کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے مقاطعہ اور عدم تعاون کی راہ اختیار کی۔ انگریزی زبان اور انگریزوں کی ملازمت سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اپنے جذبات کے اظہار کا اس سے زیادہ موزوں کوئی طریقہ نہ تھا۔ سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پیرو جو عام طور پر وہابی کے نام سے مشہور تھے، اس طریقہ پر قناعت کرنا نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شمال مغربی سرحد اور بنگال میں شورش برپا کر دی۔ اگر چہ یہ شورش اتنی خطرناک نہیں تھی کہ

انگریز کے حاکمانہ اقتدار کو کوئی شدید نقصان پہنچا سکتی لیکن اس سے ملک کے عام اضطراب میں اضافہ ہو گیا۔ اور انگریزی لغت میں لفظ ''وہابی'' خوفناک باغی اور مذہبی دیوانے کا مترادف سمجھا جانے لگا۔

اس قسم کے یاس انگیز موقعوں پر لوگ خود اپنی تسکین کا کوئی سامان پیدا کر لیا کرتے ہیں۔ جس طرح عیسائیوں کو قسطنطنیہ کی فتح کے موقع پر یہ یقین نہیں آتا تھا کہ بازنطینی حکومت اس آسانی سے مٹ جائے گی اور سلطان محمد فاتح کے داخلے کے وقت بھی وہ پادریوں کی اس روایت میں تسکین تلاش کر رہے تھے کہ جب مسلمانوں کی فتح مکمل ہو جائے گی تو دفعتہً سینٹ صوفیہ کی دیوار شق ہو گی۔ ایک فرشتہ ہاتھ میں شمشیر برہنہ لے کر نکلے گا اور سارے مسلمانوں کو قتل کر دے گا۔ اسی طرح اس زمانے میں مسلمانوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ ان کی حکومت اس آسانی سے مٹ سکتی ہے ان میں یہ خیال عام تھا کہ قیامت قریب آ گئی۔ عنقریب دجال کا لشکر ساری کائنات ارضی پر پھیل جائے گا پھر مہدی کا ظہور ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کر کے از سر نو اسلامی حکومت قائم کر دیں گے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو انگریزی ملوکیت کے خدوخال میں دجال کے چہرے کی مشابہت تلاش کر رہے تھے۔

ظہور مہدی کے مسئلے نے وہابیوں میں بھی دو گروہ پیدا کر دیئے تھے۔ ایک جماعت سید احمد بریلویؒ کو مہدی سمجھتی تھی ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ زندہ ہیں اور پھر کبھی ظہور کریں گے، دوسرا گروہ ایک نئے مہدی کا انتظار کر رہا تھا۔ افغانستان میں شمالی ہند میں فارسی کے بعض قصیدے جنہیں شاہ نعمت اللہ ولی سے منسوب کیا جاتا ہے اور جن میں مہدی کے ظہور کی پیش گوئی کی گئی ہے، گھر گھر پھیلے ہوئے تھے۔ یہ خیال بھی عام تھا کہ تیرہویں صدی کے خاتمے پر مجدد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور مولوی عبدالحئی نے تجدید دین کے مسئلے اور اس کی ضرورت واہمیت کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ ان دونوں بزرگوں کے مابین اس زمانے میں جو مباحث ہوتے رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی مجدد ہونے کے مدعی تھے۔

ہندوستان اور روس کے حالات نے بھی مسلمانوں کے اس انتظار میں معتد بہ اضافہ کر دیا۔ اس زمانے میں روس نے آہستہ آہستہ مشرق کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا تھا اور ''سینٹ پیٹر برگ'' (سینٹ پیٹر برگ اس زمانے میں روس کا دارالحکومت تھا) اور لندن کے سیاسی حلقوں میں یہ خیال بھی تھا کہ زارِ روس ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے صرف بہانے بنا رہا ہے۔ دفعتہً خبر آئی کہ روس نے تاشقند مرو ار پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو دریائے جیجوں تک پھیلا دیا ہے انگریز پہلے ہی مسلمانوں سے بدظن تھے۔ اس واقعے سے انہیں زیادہ بدگمان کر دیا۔ جہاد کا مسئلہ ان کے لئے سب سے زیادہ تشویش اور فکر کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ظہور مہدی کے مسئلے کی سیاسی حیثیت بھی ان کے پیش نظر تھی۔ (جاری ہے)

سید یونس الحسنی

جنرل صدر اور آج کی بات

افغان معاملات میں قومی رائے کے بالکل الٹ سولو فلائٹ نے پاکستانی حکمرانوں کو کئی آزمائشوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ امریکی بُلٹ کو سلیوٹ کر کے برادران دینی کے خون سے اپنے دامن کو داغدار کرنا کسی طرح جائز نہیں تھا مگر ''وہن'' یعنی حب دنیا اور کراہیۃ الموت کی کیفیت نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ وہ ڈالروں کے سیلاب بلاخیز کی راگنی پوری قوت سے الاپتے رہے، یہود نما نصرانیوں کے پرفریب وعدہ ہائے فردا پر ریجھتے رہے، انہوں نے عقبیٰ کی سرخروئی پر دنیوی کامرانی کو ترجیح دی۔ نتیجتاً انہیں اپنے محبوب مردود کی روایتی مگر سنگین بے وفائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب صورت حال کچھ ایسی ہے کہ دل ڈولتا ہے۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

وعدوں کی لسٹ پر بہت سے لوگ فدا ہو رہے تھے، خاص طور پر قادیانی اس کا پراپیگنڈہ شد و مد سے کرتے رہے کہ اگر ہم امریکہ کے اتحادی بنیں گے تو ''بین الاقوامی برادری'' ہمیں خوب نوازے گی مثلاً

☆ پاکستان کے تمام قرضے معاف کر کرا کے اسے اس بوجھ سے نجات دلائی جائے گی۔

☆ ڈالرز کی ریل پیل سے ہماری بگڑی معیشت سنور جائے گی۔

☆ آئندہ قرضوں کی بجائے بے پناہ مالی و مادی امداد دی جائے گی جس سے پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا۔ اور خوشحالی اس کے قدم چومے گی۔

☆ دفاعی طور پر پاکستان ایک مستحکم ترین ملک بن جائے گا اور اس کی سلامتی کو درپیش تمام خطرات دور کئے جائیں گے۔

☆ مسئلہ کشمیر فوری طور پر حل کیا جائے گا۔

دراصل یہ ایک دلفریب دھوکہ تھا اور اس کا پختہ ثبوت گزشتہ چند دنوں کے اخبارات میں شائع ہونے والے جرمنی، جاپان، فرانس، آسٹریلیا، کینیڈا، برطانیہ اور دیگر ممالک کی سربرآوردہ شخصیات کے بیانات اور ہمارے وزیر خزانہ کی ناکام دوروں کے بعد موت جیسی خاموشی سے ملتا ہے۔

☆ جرمن چانسلر نے کہا کہ ''پاکستانی قرضوں کی معافی حقیقت سے بہت دور کا معاملہ ہے۔ البتہ امداد سے انکار نہیں''

☆ صدر فرانس کہتے ہیں ''ہم پاکستانی قرضے معاف نہیں کر سکتے البتہ ری شیڈول کر دیں گے''
☆ جاپانی وزیر خزانہ کا بیان ہے'' جاپان لمبی مدت کیلئے قرضوں کی ری شیڈولنگ کر رہا ہے، معاف نہیں ہوسکتے''
☆ کینیڈین وزیر اعظم نے اعلان کیا، ہم پاکستانی قرضوں کو بیس سال کیلئے ری شیڈول کر رہے ہیں، معاف نہیں''
☆ دیٹ کن کے پروردہ ٹونی بلیئر وزیر اعظم برطانیہ نے واضح کیا'' پاکستان کے قرضے معاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر ہم طویل مدتی ری شیڈولنگ کر رہے ہیں۔ پاکستان نے اتحادیوں میں شامل ہو کر اپنا فرض پورا کیا ہے کسی پر احسان نہیں کیا''
☆ آئی ایم ایف نے سابقہ قرضے معاف کرنے سے انکار کر کے ری شیڈولنگ اور نئے قرضوں کے اجرا کی نوید دی جس کی پہلی قسط شاید مل چکی ہے۔

وطن عزیز کے صاحبان بصیرت روز اوّل سے جنرل صدر کو باور کرانے کی ناکام سعی کرتے رہے ہیں کہ یہ تمام وعدے بالآخر آپ کے گلے کی مستقل پھانس بن جائیں گے اور سلامتی کے خطرات میں اضافہ بھی ہو جائے گا مگر وہ خود کو عقل کل جان کر دینی و سیاسی رہنماؤں کی ہر تجویز کو بلڈوز کر گئے۔ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کا قائد بننے کے دعویدار ملک کو ''مرزا طاہر قادیانی، شوکت عزیز، عمر اصغر، راشد قریشی، معین حیدر اور طارق عزیز جیسے استعماری ایجنٹوں کی سنگت میں آئمہ کفر کی دہلیز چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ اب حالت یہ ہے کہ ان کے بیانات اپنی ایسی ناکام و نامراد حسرتوں کے تذکار ہیں جوان کی قاموسِ قلب و ذہن کی زینت نہیں بن سکیں۔

نام نہاد ''بین الاقوامی برادری'' عجیب کھیل کھیلتی اور اقوام و ملل کو تگنی کا ناچ نچواتی رہتی ہے۔ ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت ۱۱ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر گرایا اور نشانہ بے چارہ افغانستان بنوایا کہ وہاں اسلامی نظام قائم کیا گیا تھا۔ اس برادری میں شامل کچھ مسلم لوگوں نے بھی افغانوں کی اس پیش رفت کو بقول بلیئر نئی تہذیب کے ساتھ تصادم قرار دیا اور امریکی و اتحادی حملے اس لئے بھی ضروری قرار پائے۔ اس کارروائی سے اتحادیوں نے کئی اہداف حاصل کرنے کی راہ ہموار کر لی ہے جن کا ذکر پھر کبھی سہی۔ سرِ دست ایک معاملہ زیرِ نظر ہے کہ اب پاک وطن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ عجیب و غریب خبریں آ رہی ہیں۔ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ، امریکہ اسرائیل یک جان دو قالب ہمراہ بقیہ اتحادی، حکومتِ پاکستان سے پُر زور مطالبہ تھا کہ C.T.B.T پر دستخط کرو، جب پذیرائی نہ ہوئی تو کئی ایک پابندیوں میں جکڑ لیا گیا جو افغانستان میں منہ کالا کرانے کے باوصف قائم ہیں۔ تازہ ترین معاملہ بڑا ہولناک ہے۔ اسرائیلی اور امریکی کمانڈوز جن کی تعداد بائیس سو ہے۔ جنرل صدر کے ڈاؤن فال پر پاکستان کے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کرنے کی طویل پریکٹس کر رہے ہیں۔ اسی دوران پینٹا گان نے پاکستان کو پیشکش کی ہے کہ وہ اس کے نیوکلیئر اثاثوں کی حفاظت میں بھرپور کردار ادا کرنے کو تیار ہے۔ حکومتِ پاکستان نے جواباً کہا کہ ہمارا حفاظتی نظام فول پروف ہے، فکرمندی کی ضرورت نہیں۔ جواب الجواب تھا۔

پینٹا گان کی نظر میں یہ پُر فریب جھوٹ ہے۔ آپ کے ایٹمی اثاثے بنیاد پرستوں کی دستبرد میں ہیں۔ اس لئے ہم اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ پھر اخبارات میں آیا کہ ایک ٹیم امریکہ بھیج دی گئی ہے جو ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کی تربیت لے کر آئے گی۔ ساتھ ہی مختلف جگہوں پر اینٹی ائیر کرافٹ گنیں نصب کردی گئیں اور قوم کو باور کرایا گیا کہ یہ اقدام اس لئے ضروری ہوگیا تھا کہ ۱۱ ستمبر کی طرح یہاں بھی کسی سر پھرے سے ویسا ہی خطرہ ہوسکتا ہے۔

دوسری طرف ایک اور کڑی ملائی گئی۔ بھارتی پارلیمنٹ پر حملے کا کھڑاک سنائی دیا۔ عجیب ڈرامہ سٹیج کیا جارہا ہے، جس نے ہمارے مقتدرین کو بری طرح بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔ امریکی اتحادیوں کے حمایتیوں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ وہ بھی کہہ رہے ہیں، یہ سب اچھا نہیں ہوا۔ اب بھارت سے پاکستان پر حملہ کرانے کیلئے بہانہ طرازی کی جارہی ہے اور مغربی حیلہ سازوں کے سامنے یہ کوئی بڑی یا بری بات نہیں ہوگی۔ دونوں اطراف کی فوجیں سرحدوں پر الرٹ ہیں۔ ہم بالجبر جس کھیل کا حصہ بنائے گئے تھے، اب اس کی چکی کے دو پاٹوں کے بیچوں بیچ سینڈوچ بنائے جارہے ہیں۔ یہ برکت ہے اس سولو فلائٹ کی جو جنرل صدر نے کی۔ قومی رائے کو فوجی بوٹ کی ٹھوکر مار کر ہم جس جانکنی کے عالم میں ہیں۔ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہر ایک آج یہی سوال کرتا ہے اور یہی آج کی بات ہے۔

چہرے تھکے تھکے ہیں تو رنگت اُڑی اُڑی
ہر ایک آئینہ مجھے دھندلا دکھائی دے

باخبر ذرائع ایک عرصہ سے خبردار کر رہے تھے، کہ موجودہ حکمران بالخصوص جنرل صدر قادیانی مغبچوں کے نرغے میں ہیں۔ شوکت عزیز، عمر اصغر خان مشکوک لوگ ہیں جبکہ صدر کا پرسنل سیکرٹری طارق عزیز سکہ بند قادیانی ہے۔ رہ گئے وزیر داخلہ تو ان کے منہ میں کبھی بھی اپنی زبان نہیں رہی، وہ پرایا مال کھاتے اور بیگانی بولی بولتے رہتے ہیں۔ پوری ٹیم ایک عرصہ سے یورو امریکن لہجہ اپنائے ہوئے ہے۔ نامعلوم وجوہ کے تحت قادیانی گروہ نے وطن عزیز میں تبلیغ ارتداد میں کھلم کھلا انداز اختیار کرلیا ہے۔ پی ٹی وی کے چند پروگراموں میں قادیانی حضرات کو بھی کمپیئرنگ کرتے اور بطور دانشور ملکی حساس معاملات پر گفتگو کرتے دکھایا گیا۔ عجیب سوچوں میں گھر گئے ہیں وفا کی نگری کے بسنے والے، مصطفےٰ کمال کو آئیڈیل بنانا، جہادی تنظیموں کے خلاف شروع سال ہی سے وزیر داخلہ کا جارحانہ طرز تکلم، اتحادیوں کی جلائی آگ میں کودنا اور اپنوں کو خاک وخون میں تڑپانا، مسئلہ کشمیر یونہی لٹکے رہنا، قادیانیوں کا برساتی مینڈکوں کی طرح اپنے بلوں سے نکل کر آوازے کسنا، افغان صورت حال کو قادیانی مبلغوں کے قتل کا وبال قرار دینا سر چڑھ کر ارتدادی دعوت دینا آخر کار بھارت سے دست وگریباں ہونے کا مرحلہ وارد ہونے پر بغلیں بجانا، اور حکمرانوں کا آنکھیں موندھ لینا پوری قوم کو کیا پیغام دیتا ہے؟ یہ کس قسم کی کیفیات ہیں، انہیں کیا نام دیا جائے؟ یہ بھی آج ہی کی بات ہے۔ **فاعتبرو یا اولی الابصار**

عبدالرشید ارشد

ایٹمی سائنسدان اور دینی مدارس

مُحسن فروختند وچه ارزاں فروختند!

تحریف کے مرتکب ہونے کا ہمیں احساس ہے کہ اصل بات ''قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند'' ہے۔قوم فروشی بھی اگر چہ امرِ واقع کے طور پر ہر کسی کے سامنے ہے مگر یہ کہہ کر ''قومی سطح کے جرم'' میں ملوث ہوکر ''منزل کھوٹی'' نہیں کرنا چاہتے۔ یہ فیصلہ تاریخ لکھنے والوں کے سپرد کر کے ہم یہاں صرف محسن فروشی تک اپنی بات محدود رکھنا چاہتے ہیں۔قوم فروش جانے اور مستقبل کا مؤرخ جانے۔ہم یہ جرم بھی اپنے سر لینے پر آمادہ نہیں ہیں کہ ''پیسے کیلئے پاکستانی اپنی ماں تک فروخت کر دیتے ہیں'' یہ الفاظ ایک مبینہ پاکستانی ''دہشت گرد'' کو مقدمہ میں امریکی وکیل نے کہے تھے۔امریکی وکیل کے ان الفاظ پر پاکستانی قوم کی غیرت جاگ اٹھی تھی۔ہمارے ہاں غیرت جس تیزی سے جاگتی ہے، اسی تیزی سے سو بھی جاتی ہے، جس کے مظاہر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔

سرکاری غیرت اور عوامی غیرت میں بھی دیسی اور بدیسی (Local and Imported) مال کی طرح فرق ہے کہ اقتدار کی غیرت بیانات کی حد تک امپورٹڈ مال کی طرح چمک دمک والی ہوتی ہے جبکہ عوامی غیرت سیلاب کے ریلے کی طرح بگڑی اُکھڑی، کہ ہر شے بہا لے جاتی ہے۔اقتدار کی غیرت کا وزن سکوں میں تولا جاسکتا ہے مگر عوامی غیرت انگڑائی لے لے تو اِسے تولنا محال ہے۔ہم بات کرنا چاہ رہے تھے محسن فروشی کی اور آغاز میں غیرت نے راستہ روک لیا۔غور کیا تو معلوم ہوا کہ وطن فروشی ہو یا محسن فروشی دونوں کا غیرت وحمیت سے گہرا رشتہ ہے اور سیانے ہمیشہ یہ کہتے رہے ہیں کہ ''ناخن سے گوشت جدا نہیں ہوسکتا'' محسن فروشی ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے، یہ بڑے دل گردے والے بے حمیت و بے غیرت لوگوں کے کرنے کا کام ہے۔

عالمی دہشت گرد امریکہ نے امارت اسلامی افغانستان کے سربراہ ملا محمد عمر مجاہد سے کہا کہ اگر میرے غیظ وغضب سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اسامہ بن لادن کو میرے سپرد کر دو۔ملا محمد عمر مجاہد نے وحشت ودہشت کی علامت بش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا کہ اسامہ افغانستان کا محسن ہے اور ہم محسن فروش نہیں ہیں کہ تمہارے پیش کردہ ''فوائد'' کے بدلے اُسے سپرد کر دیں۔امریکہ کیلئے یہ انوکھا تجربہ تھا کہ اس سے قبل وہ ''فوائد'' کی پیش کش کے بغیر ''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کی سیاسی قیادت سے مبینہ دہشت گرد کانسی اور رمزی حاصل کر چکا تھا۔پاکستان بھی مسلمان ہی تو ہے جس نے تعاون کیا مگر افغانستان کیسا اسلامی ملک ہے؟ جس نے ''فوائد'' اور دھمکی دونوں کو ٹھکرا دیا۔امریکہ نہیں جانتا تھا کہ ایک جگہ

نسلی اسلام ہے تو دوسری جگہ شعوری ہے۔

''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان میں محسنوں کی کمی نہیں ہے۔ بعض سے ہم نے پہلے جان چھڑالی، جیسے حکیم محمد سعید شہید اور بعض سے اب جان چھڑانے کیلئے امریکہ بہادر سے مدد لی جارہی ہے مثلاً محبّ وطن ایٹمی سائنسدان محترم عبدالمجید، سلطان بشیرالدین محمود اور ان کے ساتھی۔ ان سب کا ''گناہِ عظیم'' استحکامِ وطن کیلئے دفاعی صلاحیت میں ایٹم بم کا اضافہ کرنا ہے۔ سلطان بشیرالدین محمود اور اُن کے پس دیوارِ زنداں رفقاء کی حب الوطنی ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ وہ ''لوگ'' ہیں، جن کی جوانیاں اور جن کی ادھیڑ عمری کا ایک ایک لمحہ استحکامِ وطن کیلئے صرف ہوا، جس پر اہل وطن گواہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبح، دوپہر، شام بلکہ رات بھی اپنا آرام تج کر کے ملکی دفاع کو ناقابل تسخیر بنانے کی محنت کی۔ اقتدار نے بعض کو تمغۂ امتیاز سے نوازا۔

''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کے یہ محسن، جن کے سینوں میں ملت مسلمہ کا درد ہے، کفر کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے اور وہ ہمیشہ سے موقع کی تلاش میں رہے کہ جس قدر جلد ہو یہ کانٹے نکال دیئے جائیں۔ چنانچہ اسامہ بن لادن کو دہشت گردوں کا ''سرغنہ'' قرار دے کر عالمی سطح کی غنڈہ گردی کا آغاز کرنے اور اپنے ''طے شدہ دشمنوں'' پر ہاتھ ڈالنے کا جواز نکالا۔ تب دشمن ''نمبرا'' افغانستان اور پاکستان کے ایٹمی سائنسدان ٹھہرے۔

''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کی قیادت کو ڈالروں کی بارش، جس میں ''امداد کی رحمت'' نہ ہونے کے برابر ہے اور قرض مع سود کی زحمت ولعنت زیادہ ہے نے اس قدر غیرت وحمیت سے عاری بنادیا کہ ''امریکی خواہش کے احترام'' میں اپنے قوم کے محسنوں کو گرفتار کرلیا اور یہی نہیں بلکہ امریکی ایجنسیوں کے کتے ان پر چھوڑ دیئے کہ وہ قوم کی اس مقدس امانت کو جس طرح چاہیں نوچیں اور بھنبھوڑیں۔ اناللہ انا الیہ راجعون۔

چشمِ فلک نے یہ بے بصیرتی و بے حمیتی کب دیکھی ہوگی؟ اقتدار نے امریکی وکیل کے ان الفاظ کی تائید کرنا ضروری سمجھا کہ پاکستانی قوم چند ڈالروں کے بدلے ماں یا مادرِ وطن کی آبرو فروخت کردیتے ہیں اور حیرت ہے کہ امریکی وکیل کے ان الفاظ پر غیرت وحمیت کا اظہار کرنے والے آج منقار زیرِ پر ہیں۔ آج حکومت کے کارندے امریکی یورپی نوازشات تو گن گن کر بتارہے ہیں۔ مگر اس قومی المیے پر خاموش ہیں۔ محسن فروشی کی یہ بدترین مثال ہے خصوصاً اس ملک میں جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا اور جو باقی مسلم ممالک میں سرخیل سمجھا جاتا ہے۔ محسن کشی کی دوسری مثال پہلی سے بھی نتائج کے اعتبار سے، بھیانک اور اذیت ناک ہے کہ پہلا ''قتل'' افراد کا ہے تو دوسرا اداروں کا ہے۔

کسی بھی نظریاتی مملکت میں، مملکت کی تخلیق اس کی تعمیر واستحکام کی ضمانت صرف انہی اداروں کے ذریعے ممکن ہوتی ہے جو اس کے بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ ہوں اور اسی بنیادی نظریہ سے ہم آہنگ افراد پیدا کریں جو تخلیق سے

استحکام تک کے تمام تقاضے پورے کرتے رہیں۔

''اسلامی جمہوریہ'' پاکستان کی بنیاد اسلام ہے اور اس نظریہ کی آبیاری مختلف مکاتیبِ فکر کے تحت چلنے والے دینی ادارے حکومت پر بوجھ بنے بغیر کر رہے ہیں۔ ان اداروں کا ملتِ مسلمہ پر احسان ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح محض چندوں کے بل بوتے پر دین کی تعلیم پھیلا رہے ہیں۔ یوں یہ ادارے قوم کے محسن ہیں۔ کمال اتاترک کے چاہنے والے امریکی ڈالروں سے جھولیاں بھرنے کی امید میں، ان پر کاری ضرب لگانے کو ہیں۔

اقتدار کو گلہ ہے کہ یہاں ''دہشت گرد تیار ہوتے ہیں''۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ حکومت کی ایجنسیوں کی نااہلی کے سبب یہود و نصاریٰ کی گہری اور لمبی منصوبہ بندی کے سبب ان دینی اداروں میں ہی نہیں، سیاسی و سماجی اداروں اور اقتدار کی غلام گردشوں تک میں یہ دہشت گرد موجود ہیں۔ دینی اور سیاسی جماعتوں کو چھوڑیئے کہ ان میں چور پکڑنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اعلیٰ سرکاری مشینری اور این جی اوز مافیا کے متعلق کیا خیال ہے؟ دہشت گردی صرف ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے جہاز ٹکرانے کا نام نہیں۔ امریکہ کی ہر پالیسی اور ہر فعل دہشت گردی کی بدترین مثال ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کے پاس ایک مہمان بیٹھے تھے کہ ایک طالب علم نے آکر اپنی کتب کے چوری ہونے کی شکایت کی۔ مہمان نے تعجب سے کہا کہ حضرت! طالب علم بھی چوری کرتا ہے؟ مہتمم صاحب کا جواب بڑا چشم کشا تھا، فرمایا کہ ''طالب علم تو کبھی چور نہیں ہوتا، البتہ چور طالب علم کے بھیس میں داخلہ لے سکتا ہے''۔ دینی اداروں یا دینی مدارس میں دہشت گرد نہیں ہوتے مگر بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ بھیس بدل کر دہشت گرد یہاں آتے ہیں اور یہ صرف اس لئے ممکن بنتا ہے کہ گروی ضمیر والی حکومت کی ایجنسیاں ان کو خود ''پلانٹ'' کرتی ہیں۔

حکومت کا نقطۂ نظر ہے کہ دینی مدارس ایسے روبوٹ تیار کرتے ہیں جو بٹن دبانے پر وہی کچھ کرتے ہیں، جس کا انہیں حکم ملتا ہے، جس نے بھی کہا، درست کہا، مگر اقتدار کے نشے میں بھول گیا کہ دینی مدارس سے کہیں زیادہ بڑے اور ''عقلمند'' روبوٹ حکومت کے زیر سایہ مختلف شعبہ جات میں، ان کی اکیڈیمیوں میں تیار ہوتے ہیں جہاں Yes Sir کے علاوہ کچھ ہوتا ہی نہیں۔ یہ تو صرف بے چارے ضیاء الحق مرحوم کی مثال ہے کہ ایک بار No Sir کہہ گئے۔ دینی مدارس کے ''روبوٹ'' قوم و وطن کے محسن تھے اور امریکہ ان محسنین کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

اگر عقل و شعور ساتھ نہ چھوڑ گیا ہو تو طالبان بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے محسن تھے کہ کم و بیش اڑھائی ہزار کلو میٹر بارڈر ہر طرح محفوظ تھا۔ افغانستان کے عوام پاکستان کے ملت مسلمہ کے دکھ درد کے ساجھی تھے۔ روس کے خلاف انہوں نے تحفظِ پاکستان کی طویل جنگ لڑی۔ بے مثال قربانیوں کی تاریخ لکھی مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کو امریکی برطانوی خواہش کے مطابق، یہ اسلام پسند نہ تھا۔ یہ اسلام حریت و غیرت، جرأت و استقلال کا درس دیتا تھا جب کہ ہماری

ضرورت ''بے ضرر'' اسلام کی تھی لہٰذا اسلام کو عالمی سطح پر قابلِ قبول بنانے کی راہ میں رکاوٹ طالبان کا قلع قمع کرنا ضروری تھا۔ معاملہ دینی مدارس کا ہو یا طالبان کا، ان کا حقیقی دشمن یہودی ہے جس نے بڑی چابکدستی سے اپنے غلام امریکہ و برطانیہ سے کام لیا ہے۔

''ہم خدا (کے تصور) کو نیست و نابود کر دیں گے۔ مذہبی رہنماؤں کی راہ میں طے کردہ فیصلے، زمین پر خدا کی حاکمیت کے تابع ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لئے یہ لازم ہو گیا ہے کہ ہم غیر یہود (گوئم) کے تصورِ خدا کی دھجیاں بکھیر کر اس کی جگہ مادی فوائد اور حسابی قاعدے لے آئیں'' (Protocols,4:3)

یہاں سوچنے والا یہ سوچتا ہے کہ مذکورہ منصوبے پر عمل کون کرے گا؟ یہ کام کیسے ہوگا؟ اسے یہودی منصوبہ سازوں کی اپنی منصوبہ بندی میں ملاحظہ فرمایئے۔

☆''(جہاں ہم کامیاب ہوں گے) عوام میں سے جو انتظامیہ بھی ہم منتخب کریں گے، اپنی (یہودکی) وفاداریوں کی تکمیل کی صلاحیت کے حوالے سے ہوگی۔ وہ ان حکومتوں کے اپنے تیار کردہ افراد کی طرح تربیت یافتہ نہ ہوں گے۔ بلکہ بچپن سے کرۂ ارض پر حکمرانی کے لئے زیرِ تربیت رکھے گئے وہ لوگ ہوں گے، جو بہروں کی طرح ہمارے ''ماہرین''، ''مشیروں'' اور ''دانشوروں'' کے اشارۂ ابرو کو سمجھیں گے، عمل کریں گے'' ☆(Protocols,2:2)

یہود و نصاریٰ کے تیار کردہ یہ سرکاری روبوٹ اپنے آئینے میں ہر کسی کو روبوٹ دیکھتے ہیں اور پھر روبوٹ میں فیڈ کئے گئے بدیسی پروگرام کے مطابق دیسی ''روبوٹوں'' کو تہس نہس کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار دیکھے جاتے ہیں۔ قوم احتجاج کرتی ہے تو انہیں دہشت گرد دکھائی دیتی ہے۔ ان سرکاری روبوٹوں میں ''نظر کے چشمے'' بھی یہود و نصاریٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ جن میں اکثریت ہمیشہ اقلیت نظر آتی ہے۔

ماہانہ مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان

۳۱ رجنوری ۲۰۰۲ء ربروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

نوٹ: احباب و متوسلین نمازِ مغرب تک دارِ بنی ہاشم میں پہنچ جائیں۔

المعلن: سید محمد کفیل بخاری، ناظم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

نور محمد قریشی ایڈووکیٹ

دل یا شکم

روزنامہ ''خبریں'' میں ۲۲ رنومبر کے شمارے میں ایک دانشور کالم نگار کا کالم ''طالبان کو مروانے والے'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ موصوف کی نگارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ طالبان خود تو نہیں مرنا چاہتے تھے، یار لوگوں نے ''چک چکا'' کر مروا دیا۔ موصوف کا خیال تھا کہ اگر عرفان صدیقی صاحب، ارشاد احمد عارف صاحب، عطاء الرحمٰن صاحب اور ہارون الرشید صاحب طالبان کے حق میں مضامین نہ لکھتے اور جنرل حمید گل جیسے سابق فوجی ان کے حق میں بیانات نہ دیتے تو طالبان پہلے دن ہی امریکہ کے سامنے لیٹ جاتے، جس طرح ہم امریکہ کے سامنے پتلون اتار کر پیٹ کے بل لیٹ گئے ہیں۔ موصوف یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ سب عاقبت نا اندیش رسول رحمت ﷺ کے اس پیغام کو بھول گئے کہ جہاد کا فیصلہ کرنے سے پہلے دشمن سے اپنی طاقت کا موازنہ کرلو اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہارے اس دشمن کو زیر کرنے کیلئے ممکنہ ذرائع اور طاقت نہیں ہے تو بہتر ہے کہ جہاد کا ارادہ ترک کر دو۔''

موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ ان کو یہ پیغام صحاح ستہ کی کسی کتاب سے ملا ہے اور نہ ہی انہوں نے یہ بتانے کی زحمت گوارا کی ہے کہ طالبان جہاد کا عزم لے کر کس ملک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی تفصیلات میں جانا دانشوروں کے فرائض میں شامل نہیں ہوتا۔

انسان کی زندگی میں کبھی کوئی مقام ایسا بھی آجاتا ہے کہ اسے ذلت کی زندگی یا عزت کی موت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ اس شخص کا خالص ذاتی ہوتا ہے اس کے دوستوں کے مشورہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ صاحب حمیت و جرأت، عزت کی موت کا انتخاب کرتے ہیں۔ بزدل اور بے حمیت ذلت کی زندگی پسند کر لیتے ہیں۔

میں نے بہت چھوٹی عمر میں خاندان کی کسی بزرگ خاتون سے ایک کہانی سنی تھی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لے کر اس آگ کو بجھانے کے لئے آ گئی اور ایک کرلے نے وہاں آ کر آگ کو پھونک مارنا شروع کر دی تاکہ آگ اور تیز ہو جائے۔ پھر مجھے بتایا گیا تھا کہ چڑیا کے ایک قطرہ پانی سے آگ نے بجھنا نہیں تھا اور کرلے کی پھونک سے آگ نے تیز نہیں ہو جانا تھا۔ انہوں نے تو اپنے اپنے نام لکھوائے تھے۔ امریکہ اور افغانستان کے تصادم میں بھی لوگوں نے اپنے اپنے نام لکھوائے ہیں۔ اخبارات میں مضامین یا بیانات سے کسی فریق نے بھی کوئی اثر نہیں لیا اور نہ ہی لینا تھا۔

آج سے تقریباً پچاس سال قبل میں ایک ایسے نوجوان سے مل چکا ہوں کہ جس کے باپ نے مشرقی پنجاب میں

اگست ۱۹۴۷ء میں اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹیوں اور بیوی کو ذبح کیا اور اس کے بعد سکھ حملہ آوروں سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ اس طرح کی اور مثالیں بھی ہوں گی لیکن یہ بھی ہوا کہ ایک شخص کے سامنے اس کی جوان بہن کو سکھ اٹھا کر لے گئے اور اس شخص نے پاکستان آ کر نہ صرف بھرپور زندگی گزاری بلکہ زندگی سے لطف اندوز بھی ہوا۔ مذکورہ دانشور کے نزدیک اول الذکر شخص کا طرز عمل قابل مذمت اور ثانی الذکر کا قابل تعریف۔ پسند اپنی اپنی۔ خیال اپنا اپنا۔

۱۱ر ستمبر کو امریکہ میں جو کچھ ہوا، اس کے بارے میں مجھے ایمان کی حد تک یقین ہے کہ یہ صرف اور صرف اسرائیل ہی کر سکتا ہے۔ اسامہ بن لادن افغانستان جیسے پسماندہ ملک میں بیٹھ کر یہ کام کر ہی نہیں سکتا تھا اور پھر اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ ''اہ وی یاراں داہی کم اے''۔ امریکہ کے پاس ہرگز کوئی ثبوت نہیں کہ اسامہ یا اس کی تنظیم اس میں ملوث ہے۔ اسرائیل پہلے بھی اس طرح کے کام کرتا رہا ہے جس سے اشتعال میں آ کر امریکہ کسی مسلمان پر حملہ آور ہو سکتا تھا لیکن پردہ فاش ہوتا رہا مگر امریکی حکومت کو جرأت نہیں ہوئی کہ اسرائیل کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔ اسرائیل ایک خالص نسل پرست ملک ہے۔ دنیا کا ہر یہودی خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو اور خواہ وہ ملحد ہی کیوں نہ ہو اسرائیل کا شہری ہو سکتا ہے۔ دنیا کا ہر شخص جس میں عیسائی بھی شامل ہیں یہ جانتا ہے کہ یہودی حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ولد الحرام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بدکار عورت سمجھتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) لیکن پوری عیسائی دنیا اس قدر بے غیرت ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انہوں نے نہ صرف اسرائیل کو قائم کیا بلکہ گزشتہ نصف صدی سے اس کی سرپرستی بھی کر رہی ہے، امریکہ کو تو اسرائیل نے یرغمال بنایا ہوا ہے۔

۱۱ر ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی عمارت گرتے ہی بغیر کسی تحقیق اور تفتیش کے صدر امریکہ نے اس کارروائی کو اسامہ بن لادن کی طرف منسوب کر دیا اور طالبان حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دے۔ اس کے جواب میں طالبان نے مطالبہ کیا کہ اسامہ کے خلاف ثبوت فراہم کر دیا جائے تو وہ اسے کسی تیسرے ملک کے حوالے کر دیں گے لیکن ثبوت ہوتے تو فراہم بھی کئے جاتے۔ جواب میں صرف یہ کہا گیا کہ ہماری بات (قطع نظر اس کے کہ وہ معقول ہے یا غیر معقول) تسلیم کرو، ورنہ ہم آگ برسا کر افغانستان کو راکھ کر دیں گے۔ اب ملا عمر کی زندگی میں بھی وہ مقام آ گیا کہ اسے ذلت کی زندگی یا عزت کی موت میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اور اس نے ایک باحمیت شخص کی طرح موت کو پسند کر لیا۔ یہ خالص ملا عمر کا اپنا فیصلہ تھا اور اس میں عرفان صدیقی صاحب، عطاء الرحمٰن صاحب، ارشاد احمد عارف صاحب یا ہارون الرشید صاحب کی تحریروں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ حضرات اگر اس کے برعکس بھی لکھتے تو بھی ملا عمر نے یہی فیصلہ کرنا تھا۔ موت تو برحق ہے ''حی لا یموت'' تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ موت سے ڈر کر وہ صاحب حمیت شخص اپنا فیصلہ کیوں تبدیل کرتا؟ آج دنیا میں شاید کوئی شخص موجود ہوگا۔ جو ۱۹۰۱ء میں موجود تھا اور جو لوگ آج موجود ہیں ان میں

سے شاید کوئی ۲۱۰۱ء میں موجود ہوگا۔ جب بات صرف اتنی ہی ہے تو ایک باحمیت شخص کس طرح موت سے ڈر کر ذلت کی زندگی قبول کر سکتا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر ایک لمحے کیلئے بھی یہ خیال نہیں گزر را تھا کہ ملا عمر عزت کی موت کی جگہ ذلت کی زندگی قبول کر لے گا اور پھر اپنے رب کی رحمت سے کیوں مایوس ہوتا؟ اگر افغانستان کی تباہی اس کے رب نے لکھ دی تھی تو اسے کون روک سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو آزمانا بھی تو تھا کہ کون ہے جو مسلمانوں کا ساتھ دیتا ہے؟ اور کون ہے جو عالم کفر کا ساتھ دیتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان میں خالص ہندو سکھ بھی آباد ہوتے تو وہ بھی افغانستان کے ساتھ اس سے برا سلوک کیا کرتے جو ہم نے مسلمان ہو کر کیا؟ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پوری امت مسلمہ راکھ کا ڈھیر ہے اور اس میں اب کوئی چنگاری باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب محقق ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ وہ اپنے فیصلے کرنے میں آزاد ہے، آزمائش تو ہو چکی، اب اللہ تعالیٰ کی مرضی۔

كذالك يضل من يشاء وما يعلم جنود ربك الا هو (مدثر، آیت نمبر:۳۲)

اس وقت پوری دنیا امریکہ کی غلام ہو چکی ہے اور امریکہ یہودیوں کا غلام۔ امریکہ اس وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ انسا ولاغیری ٥ کسی ملک میں یہ جرأت نہیں کہ امریکہ کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ یہ طاقت کی انتہا ہے لیکن آخری طاقت تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اسی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ پاکستان تو امریکہ کا Most Obedient Servant بن چکا ہے۔ اب ڈالروں کا سیلاب آئے گا کہ ہمارے قومی بنک کے پاس جگہ کم پڑ جائے گی۔ چند دنوں میں ہی ہندوستانی کشمیر بھی ہمارے حوالے کر دیا جائے گا۔ امریکہ کی فوج بھی مستقل طور پر پاکستان میں رہے گی تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایٹم بم رکھیں اور ایک بہت بڑی فوج کو پالیں اور فوج بھی ایسی جو صرف پاکستان کو ہی فتح کر سکتی ہے۔ اور چار دفعہ فتح کر چکی ہے۔ ہاں! تاریخ ضرور لکھی جا چکی ہے۔ سلطان ٹیپو کے ہم عصر بہت سے راجے اور نواب تھے لیکن ہم سب کو بھول چکے ہیں، صرف ٹیپو ہمیں یاد ہے یا میر جعفر، تاریخ میں جہاں سلطان ٹیپو کے بعد ملا عمر کا نام آئے گا، وہاں میر جعفر کے بعد جنرل پرویز مشرف کا نام بھی آئے گا۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ ترا ترے ہاتھوں میں دل یا شکم

ہم نے تو شکم کے حق میں فیصلہ کر لیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہم کتنے دن زندہ رہتے ہیں۔

كل من عليها فان٥ و يبقىٰ وجه ربك ذوالجلال والاكرام٥

❁ ❁ ❁

ارشاد احمد عارف

دُعا

میرے قاری جناب طارق صدیقی اور محترمہ ماہین نے بار بار ''دعائے رمضان'' ای میل کی ہے۔ افغانستان کے پس منظر میں یہ دعا پوری امہ کی حالت زار کا عکس ہے اور اعتراف ہے۔ اسے طنز اور شکوے پر محمول کیا جاسکتا ہے لیکن یہ ایک مسلمان کے اندرونی دکھ اور اضطراب کا مظہر بھی ہے۔ طوالت پر معذرت لیکن ہر صاحب دل اور حساس انسان کیلئے اس میں غور وفکر کے کئی پہلو موجود ہیں۔

''اے اللہ! ہمیں معاف کر دے، ہم کمزور ہیں، عاجز ہیں، عاصی ہیں، خطا کار ہیں، پر تیری رحمتوں کے سزاوار ہیں، ہمیں معاف کر دے کہ ہم نے تیرے بندے بیچ دیئے، ڈیڑھ کروڑ مسلمان فروخت کر دیئے، سارے افغان مول دے دیئے، ان کی جان، مال، عزت و آبرو بھی بیچ دی، انہیں درندوں اور بھیڑیوں کے حوالے کر دیا، تو یقین کر ہم یہ نہ کرتے مگر مجبور تھے، کمزور تھے، ڈٹ نہ سکے، عاجز تھے لڑ نہ سکے، عاصی تھے بول نہ سکے اور خطار کار تھے نبھا نہ سکے، لیکن اے اللہ! تو دلوں کے حال جانتا ہے۔ تجھے معلوم ہے ہم مجبور تھے، یہ نہ کرتے تو کیا کرتے؟ اس وقت تو ہماری نمازیں دیکھ اور خوش ہو جا، ہمارے روزے دیکھ اور راضی ہو جا، ہماری خیرات پر نظر رکھ اور کرم کر دے، ہمارے صدقات قبول کر اور رحم برسا دے، ہماری قوالیاں قبول فرما، نعرے مقبول فرما، تقریریں منظور کر لے، واویلے پر بخش دے، تو یقین کر ہم دکھی ہیں، بے گناہ افغانوں کی شہادت پر مل کر روتے ہیں، پھر مل کے کھاتے ہیں۔ اے مولا! ہمارے عمل پر مت جا، زبان کا یقین کر، دلوں کو مت دیکھ، دماغ کی داد دے، کردار پر مت جا، باتوں سے مان لے، اخلاق نہ دیکھ، مجبوریوں پر دھیان رکھ، اے اللہ! تو یقین رکھ، ہم شہیدوں پر روئیں گے، کفن بھیجیں گے، لحد پر پھول چڑھائیں گے، اگر بتی جلائیں گے، مسور کی دال چھڑکیں گے، پانی ڈالیں گے، کتبہ لگائیں گے، نوحے پڑھیں گے، آنسو بہائیں گے لوٹیں لگائیں گے، کپڑے پھاڑیں گے، بال نوچیں گے، جلسے کریں گے، تعزیت بھیجیں گے، غم کھائیں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دیگیں پکائیں گے، سوز خوانی کریں گے، چاندنی بچھائیں گے، تیجہ منائیں گے، چہلم سجائیں گے، برسی منائیں گے، لیکن اے اللہ! تجھے تیرا واسطہ ہمیں جہاد کیلئے نہ کہہ، اسلامی رشتے یاد نہ دلا، ہم کمزور دل ہیں، رو پڑیں گے، ہمیں چپ رہنے دے، تو اللہ ہے تو ہی ان کی مدد کر، ہم پر بوجھ نہ ڈال، ہمارے کندھے کمزور ہیں، دل نرم ہیں، جہاد کے علاوہ جو کہے گا کریں گے، اگر بس میں ہوا اور تو ناراض نہ ہو کیا ہوا جو ہم نے انہیں بیچ دیا، بھائی ہی بھائیوں کے کام آتے ہیں۔ افغان ہمارے بھائی ہیں، ہمارے کام آ گئے تو کیا ہوا۔ تو یقین جان وہ بہادر ہیں، اسے جھیل لیں گے، سخت جان ہیں گزار لیں گے اور ایمان والے ہیں مشکل سے

نکل آئیں گے۔ وہ ہم سے زیادہ تجھ پر یقین رکھتے ہیں۔ بس تو ہی مدد کر دے، ہم خوشی سے دیکھیں گے۔ اے اللہ! ہم کمزور ہیں لڑ نہیں سکتے، عاصی ہیں جھیل نہیں سکتے، خطا کار ہیں گزار نہیں سکتے، نادان ہیں سمجھ نہیں سکتے، اس لئے ہمیں رعایت دے اور انہیں ہمت دے، ہم سے درگزر فرما۔ انہیں آزمائش میں ڈال دے۔ افغان شہری صاحب عزیمت ہیں، انہیں عزیمت دے، ہم صاحب رخصت ہیں ہمیں رخصت دے دے۔ انہوں نے دین کا سبق یاد رکھا انہیں آگے رکھ، ہم بھول گئے ہمیں چھٹی دے دے۔ یا اللہ! ناراض نہ ہو، کیا ہوا جو کبھی کبھار تیرے بندوں سے مانگ لیا۔ ہم تو تجھ سے ہی مانگتے ہیں، ویسے جن سے مانگا ہے وہ بھی تیرے بندے ہیں، اے اللہ! بُش کے دل میں نرمی ڈال دے، ہماری محبت پیدا کر دے، وہ بھیجے کی بجائے جیب سے سوچے، پاؤں کی جگہ ڈالر کو بھیجے۔ اُسے توفیق دے کہ ہمیں کیش دے، چیک دے، نوٹوں کی برسات کر دے، ہم تیرے شکر گزار بندوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں، ہمیں شکر گزار کر دے، تیری رحمتوں کے بوجھ سے جھک جانا چاہتے ہیں، ہم پر نوٹوں کا بوجھ ڈال دے اور کاندھوں کی فکر نہ کر، اتنا بوجھ تو اٹھا ہی لیں گے۔

اے اللہ! ہم تجھے یاد رکھیں گے، تیرا حکم مانیں گے، ڈالروں کی زکوٰۃ دیں گے مگر اللہ! یہ ڈھائی فیصد تھوڑا زیادہ ہے اسے کچھ کم کر دے، دیکھ ناراض نہ ہو ایک فیصد کر دے، ہماری تسلی ہو جائے گی۔ یہ ہم افغانوں پر خرچ کریں گے، انہیں خیمے دیں گے، پلاسٹک کی بالٹی دیں گے، پرانے جوتے دیں گے، وہ اچھے ہوتے ہیں، کھلے ہوتے ہیں، پاؤں کو کاٹتے نہیں۔ اے اللہ! ان کے یتیموں کو چندہ دیں گے، بھوکوں کو راشن دیں گے، بوڑھوں کی عینک بنوائیں گے، لڑکیوں کو سلائی مشین دیں گے، ان کا خیال رکھیں گے، تو بے فکر رہ ہم ہیں نا ان کے، ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ اسلامی بھائی ہیں، ہمسائے ہیں، ان کا بڑا حق ہے ہم پر، تو فکر نہ کر، یہ سائیڈ ہم سنبھال لیں گے، دنیا بھر سے امداد لیں گے اور مل جل کے کھائیں گے۔ بس تو یہ ڈالر والا کام کر دے اور فوری کر دے۔ ہم انتظار کریں گے‘‘۔

سرگزشتِ مسکین

صوفی عبدالرحیم خان نیازی مسکینؔ رحمتہ اللہ علیہ

(سابق صدر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

ایک پاکباز، سراپا عجز و نیاز، پیکر حریت اور بے باک شخصیت کی ایمان افروز سرگزشت

مؤلف: غلام محمد خان نیازی

قیمت:۔/150 روپے

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان

اوراب آسمانی حقائق ....!

یہ کون ہیں جن کا خون بہا

وہ کون سمندر پار ہنسا

یہ کون ہیں، جن کا خون ہمارے ہمسائے میں اس قدر ارزاں ہوگیا ہے؟ یہ خون انسان ہی کا ہے۔ گوشت پوست کے انسان روئے زمین پر جہاں بھی رہتے ہیں، ان کے خون کا رنگ ایک ہے، خون پھر خون ہے، چاہے مغرب میں بہے یا مشرق میں، گورے کا ہو یا کالے کا، لیکن انسانی حرص و ہوس کا برا ہو کہ اس نے انسانوں کے درمیان نسلی اور گروہی امتیازات....... پیدا کر دیئے۔ اور اسی بہانے اپنی ہی نوع کا شکار اس کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ماضی میں نسلی بقا و تحفظ کا جذبہ انسانوں کو باہم برسرِ پیکار رکھتا تھا۔ اسی کی بدولت تہذیبی شناخت کے حوالے وجود میں آئے تھے۔ اور اسی وسیلے سے علاقائی گروہ بندیاں ابھریں، اور تصادم کی نئی نئی راہیں کھلیں۔ اور جس وقت نوع انسان کی نسلی اور قبائلی تفریق و تقسیم عروج پر تھی تو خالقِ کائنات نے اپنا ایک برگزیدہ بندہ بھیجا، جس نے تمام امتیازات مٹا دیئے اور انسانی مساوات کا چارٹر دیا۔ یہی چارٹر اس سے پہلے بھی وقتاً فوقتاً اس کے خاص بندے لاتے رہے تھے۔

حق شناسی اور انسانی مساوات کا یہ پیغام امن و انصاف کا عالمگیر نظریہ بن کر سامنے آیا۔ اسے منوانے کیلئے حق کے پاسبانوں کو ہمیشہ بڑی بڑی فرعونی اور طاغوتی طاقتوں سے ٹکر لینی پڑی۔ بڑے زوروں کے معرکے ہوئے۔ نسلی و گروہی، مادی مفادات اور ملک گیری کی ہوس میں رونما ہونے والے تصادم اور ان کے نتیجے میں اٹھنے والے طوفانوں سے قطع نظر، اگر دیکھا جائے تو اصل آویزش حق و باطل، نیکی و بدی، سچ اور جھوٹ اور کفر و ایمان کے درمیان ہے جو ازل سے تا امروز جاری ہے۔ اور اب ہمارے مغربی پڑوس میں جو ہنگامہ برپا ہے اور جس کی چنگاریاں ہمارے دامن پر بھی گر رہی ہیں، عصری تاریخ میں یہ نظریاتی آویزش کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ آج ہماری آنکھیں ایک ایسی آویزش کا تماشا کر رہی ہیں، جس میں ایک طرف باطل قوتیں تمام وسائل سے لیس ہیں۔ وہ مروجہ پیمانوں میں اسیر شائستگی، معقولیت اور مادی اسباب سے آراستہ نظر آتی ہیں۔ لیکن بظاہر روشن چہروں کے پیچھے تہذیبی تفوق، نسلی تفاخر اور فرعونی عظمت کا سکہ جمانے کے پست اور قبیح عزائم کارفرما ہیں۔ مادی اور جبروتی قوتوں کے اس ''عظیم الشان'' اجتماع میں ایسی قومیں بھی شامل ہیں، جو بزعم خود سچائی امن انسان دوستی کی پاسداری کا دم بھرتی ہیں۔ دوسری طرف جو انسانی گروہ تمام تر بے سروسامانی کے باوجود استقامت کے ساتھ اپنے قدموں پر کھڑا ہے۔ اس کے پیش نظر ملک گیری کی ہوس نہیں بلکہ انصاف، امن و مساوات اور حق کی سربلندی و سرفرازی مطمع نظر ہے۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے ہمیں ماضی قریب کی تاریخ میں جھانکنا ہوگا۔

پچیس برس قبل جب اشترا کی استعمار نے ہزیمت اٹھا کر افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلائیں تو اس ملک میں لاقانونیت اور انتشار اپنے عروج کو پہنچا ہوا تھا۔نسلی گروہوں نے اپنے اپنے علاقے میں جبر اور بربریت پھیلا رکھی تھی، خانہ جنگی اور لاقانونیت عروج پر تھی۔ایسے میں مجاہدین آزادی طالبان کے نام سے اٹھے، اور بغیر خون بہائے پچانوے فیصد علاقے پر قابض ہو کر ایک نظریاتی اسلامی حکومت قائم کی۔انہوں نے پانچ سال کے عرصے میں امن و انصاف کی حکمرانی استوار کی، اور آج جن ناسوروں نے دنیا بھر کے ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں میں عفریت کی صورت اختیار کر رکھی ہے، ان کا استیصال کیا۔چوری، ڈاکہ زنی، لاقانونیت، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، بلیک مارکیٹنگ اور جبر و استحصال کا قلع قمع کیا۔خود مغربی دنیا یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ جب امیر ملک نے کہہ دیا کہ ''اب ملک میں افیون، چرس، ہیروئن کا کاروبار نہیں ہوگا'' تو واقعی اس عالمگیر لعنت کا صفایا ہو گیا۔۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء کے مختصر عرصے میں طالبان کی حکومت نے ملک کو عریانی، فحاشی اور بے آبروئی سے پاک کیا۔آزادی نسواں کے نام پر آج ساری دنیا میں عورت جس جبر اور مظلومیت کا نشانہ بنی ہوئی ہے، اس کی مثال نوع انسان کے تاریک ترین ادوار میں بھی نہیں ملتی۔طالبان کی حکومت کا بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے ملک میں عورت کو شرف نسوانیت کے جوہر سے مالا مال کیا۔

یہ سب باتیں ''چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر'' مغربی اقوام کو اس لئے ایک آنکھ نہ بھائیں کہ طالبان کی حکومت نے اسلامی نظریہ حیات کی روشنی میں ایک فلاحی ریاست کا عملی نمونہ پیش کر دیا کیونکہ اسلام انسان کو محض مادی مخلوق یا محض حیوان تصور نہیں کرتا بلکہ اسے تمام مخلوقات میں اشرف قرار دیتا ہے، اس کے نزدیک فطرت کے مقاصد کی تکمیل بنیادی نصب العین ہے اور فطرت کے مقاصد میں حق پرستی، انصاف، امن اور مساوات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔اس کے برعکس اقوامِ غرب اور ان کی تقلید میں بے شمار دوسری اقوام کے ہاں جو تصور کیا جاتا ہے۔ان کے نزدیک روئے زمین کے جملہ وسائل خاص انسانی گروہوں کیلئے تسکین و راحت اور حصولِ مسرت کے وسیلے کا درجہ رکھتے ہیں۔جنہیں پانے کیلئے وہ کسی کوڈ یا ضابطے کے پابند نہیں ہیں۔بالالفاظ دیگر ان کے نزدیک زمینی لذتوں اور راحتوں پر تمام انسانوں کا یکساں حق نہیں ہے جو بڑھ کر بلکہ لڑ کر زبردستی جام اٹھالے، مینا اسی کا ہے۔چنانچہ آج کے عالمی تناظر میں ایک آویزش تو اسبابِ عشرت و راحت کے حصول کی خاطر ہو رہی ہے۔جسے خواہش جام و صنم و زر اور ہوس ملک و اقتدار سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اس خواہش یا ہوس کی بھینٹ ماضی کی طرح آج بھی بے شمار کمزور اور مظلوم اقوام بن رہی ہیں اور آئندہ بھی بنتی رہیں گی، لیکن جیسا کہ ذکر ہوا، اصل جنگ خوب و ناخوب کی ہے۔جسے ہم حق و باطل، کفر و ایمان اور سچ اور جھوٹ کے عنوانوں سے تعبیر کرتے ہیں۔اب کی بار یہ معرکہ دونوں طرف تیاری کے ساتھ شروع ہوا ہے۔باطل اپنے تمام تر مادی وسائل کے ساتھ میدان میں اترا ہے، اس کے دامن میں جدید ترفنی، تکنیکی اور میکانکی مہارتیں ہیں، جنہیں وہ

سفاکانہ جارحیت کے ساتھ بے دریغ استعمال کر رہا ہے۔ دوسری جانب حق قوت ایمانی کے ساتھ نہایت استقامت سے مقابلہ کر رہا ہے۔ دونوں طرف انسان ہیں، ایک فریق کے پاس مادی وسائل مجتمع ہیں اور دوسرے کے ہاں شرف انسانیت کا نصب العین ہے۔ گو زمینی حقائق بظاہر مادی قوتوں کی فتح و کامرانی کی خبر دے رہے ہیں، لیکن کچھ آسمانی حقائق بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آخری اور حتمی فیصلے زمین پر کبھی نہیں ہوتے، یہ ہمیشہ افلاک پر ہوتے ہیں۔ اصل حقائق ظاہر بین آنکھ کو نظر نہیں آتے۔ اب کی بار بھی یقیناً آخری فتح حق کی ہوگی۔ ابھی مادی طاغوتی قوتوں نے اپنے جارحانہ عزائم کا مظاہرہ کیا ہے اور بتایا دکھایا ہے کہ وہ سفاکی کی کس حد تک جا سکتے ہیں؟ دوسری طرف حق و انصاف کے پاسداروں نے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ وہ ظلم کے خلاف کہاں تک صبر و استقامت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں ہونے والی حالیہ آویزش محض ابتدائیہ تھی، یہ بے سروسامانی کے خلاف یک طرفہ جارحیت تھی۔ اصل جنگ تو ابھی ہوئی ہی نہیں اور آخری اور حتمی فیصلہ ہمیشہ جنگ کے بعد ہوتا ہے۔ سمندر پار رہنے والوں کو تصویر کا اصل رخ بھی دیکھنا چاہیے، اور زمینی حقائق کے اسیروں کو آسمانی حقائق بھی پیش نظر رکھنے چاہیں۔

بقیہ از صفحہ ۴۸

ہاں تمہارے ساتھ ایک تعلق بن گیا ہے، میں تمہارے لئے گوشت تو نہیں، گھاس کا انتظام کر سکتی ہوں"

یہ سن کر شیر کی آنکھوں میں خون اتر آیا، وہ اس پر حملہ کرنے کیلئے جھپٹا، مگر لومڑی جو پہلے سے چوکس تھی اور شیر جو ایک دن کے فاقے سے نڈھال تھا، اسے پکڑنے میں ناکام رہا۔

تیسرے دن لومڑی پھر اس کے پاس آئی، شیر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا، اس نے لومڑی کو دیکھا تو کہا "مجھے گھاس کھانا منظور ہے، خدا کیلئے کہیں سے میرے لئے گھاس کا انتظام کرو، میں تو چل پھر کر اب گھاس بھی تلاش کرنے کے قابل نہیں رہا" لومڑی نے اس کی بے بسی دیکھی تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے کہا "گھاس بھی تمہیں اس شرط پر مل سکتی ہے کہ تم اپنے منہ سے میاؤں کی آواز نکال کر دکھاؤ" یہ سن کر شیر کا جی چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے لیکن جسے اپنے وقار سے زیادہ اپنی جان عزیز ہو اس کی اس طرح کی خواہش پوری نہیں ہوا کرتی، چنانچہ شیر نے اپنی جی کڑا کر کے منہ سے میاؤں کی آواز نکالی اور پھر رحم طلب نظروں سے لومڑی کو دیکھنے لگا!

لومڑی نے اسے حقارت سے دیکھا اور کہا "یہ میاؤں کی آواز تم نے صحیح نہیں نکالی، کچھ دن ریاضت کرو، جب تم میاؤں کی آواز بالکل صحیح نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اس دن سے تمہیں باقاعدگی سے گھاس ملنا شروع ہو جائے گی"

آخری اطلاعات آنے تک یہ شیر ان دنوں منہ سے میاؤں کی آواز نکالنے کی ریاضت میں مشغول ہے، اسے اس میں کافی دسترس حاصل ہوتی جا رہی ہے۔

عطاء الحق قاسمی

ماڈرن شیر اور قدامت پسند لومڑی

یہ ایک شیر اور لومڑی کی کہانی ہے۔ ظاہر ہے شیر بہت طاقتور تھا اور لومڑی اس کے مقابلے میں بہت کمزور، مگر چالاکی میں پورے جنگل میں اس کا ثانی کوئی نہیں تھا، ایک دفعہ شیر اور لومڑی میں کسی بات پر ٹھن گئی، لومڑی کے دل میں گرہ بیٹھ گئی، اس نے شیر کو بے دست و پا بنانے کا ارادہ کرلیا۔

لومڑی نے جنگل میں ایک بیوٹی پارلر کھول لیا اور جنگل کے بادشاہ سے استدعا کی کہ وہ اس کا افتتاح کرے، جنگل کا بادشاہ یعنی شیر یہ سن کر ہنسا اور اس نے کہا ''بناؤ سنگھار کے کاموں سے میرا کیا تعلق، یہ کام تم کسی اور سے کراؤ'' لومڑی بولی ''عالی جاہ! میں آپ کی ریپوٹیشن بہتر بنانا چاہتی ہوں، آپ کے متعلق آپ کے دشمن روزانہ نئی افواہیں پھیلاتے ہیں، آپ کو تنگ نظر مشہور کیا جا رہا ہے، قدامت پسند کہا جاتا ہے اور آپ کو روشن خیالی کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، آپ بیوٹی پارلر کا افتتاح کریں گے تو آپ کے متعلق یہ افواہیں خود بخود دم توڑ جائیں گی'' شیر نے ایک لمحہ اس کی بات پر غور کیا اور پھر افتتاح کی حامی بھر لی.......

شیر نے بیوٹی پارلر کا فیتہ کاٹا، ریچھ، گیدڑ، لگڑ بگڑ اور دوسرے جانوروں نے بھرپور تالیاں بجائیں، اسٹیج سیکرٹری بندر تھا، اس نے پہلے تو اچھل اچھل کر داد دی اور پھر مائیک پر آ کر کہا ''شہنشاہِ دوراں! آج آپ نے اس محفل میں تشریف لا کر ثابت کر دیا ہے کہ آپ ایک روشن خیال حکمران ہیں، بناؤ سنگھار کی سرپرستی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ احساسِ جمال سے بہرہ ور ہیں، آپ خوبصورتی اور حسن کو پسند کرتے ہیں، یوں آپ کی ذات کے حوالے سے کیا جانے والا ایک طرفہ پراپیگنڈہ زائل ہو گیا ہے''۔ شیر کو یہ ساری باتیں عجیب لگ رہی تھیں مگر اس نے حاضرین کو تالیاں بجاتے دیکھا تو ان اتوں سے اس کی اجنبیت کم ہونے لگی۔ تقریب کے بعد لومڑی لہنگا پہن کر اسٹیج پر آئی، اس نے سات بار جھک کر شہنشاہ سلامت کو سلام کیا اور کہا ''یہ باندی آپ کی آمد کا شکر یہ ادا کرتی ہے۔ اب آپ کی آمد کی خوشی میں مجرا پیش کرتی ہوں'' پھر ا نے جی بھر کر مجرا کیا، شیر پہلے تو حیرت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا، پھر اسے لطف آنے لگا، چنانچہ رقص و سرود کی یہ محفل ساری رات جاری رہی!

صبح لومڑی جنگل کے دوسرے جانوروں کے پاس گئی اور کہا ''شیر کی چیرہ دستیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے، اب تو مجھ ایسی شریف زادیوں سے زبردستی مجرا بھی کرواتا ہے، پہلے اس کے ہاتھوں جان محفوظ نہیں تھی، اب کسی کی عزت بھی محفوظ نہیں رہی'' اس طرح کی دو تین ملاقاتوں کے نتیجے میں وہ شیر کے خلاف جنگل کے جانوروں کا ایک اتحاد

تشکیل دینے میں کامیاب ہوگئی، اس اتحاد میں چیتا، بھیڑیا اور سانپ کے علاوہ خود شیر کا اپنا ایک بھائی بھی شریک تھا، اسے کہا گیا تھا کہ اگر اتحاد کامیاب ہوگیا تو تمہیں خوراک کے سلسلے میں کوئی تردد نہیں کرنا پڑے گا، تمہارا دستر خوان انواع و اقسام کے کھانوں سے بھر دیا جائے گا!

ایک دن لومڑی شیر کے پاس گئی اور کہنے لگی ''ظل الٰہی! جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں''؟ ظل الٰہی اس وقت ایک ہرن نوش جاں فرمانے کے بعد اونگھ رہے تھے، غنودگی کے عالم میں بولے'' کہو''لومڑی نے دست بستہ عرض کی ''شہنشاہ دوراں! آپ کی روشن خیالی کی دھوم تو پورے جنگل میں ہے لیکن چیتے، ریچھ اور سانپ نے آپ کے خلاف ایک کولیشن تشکیل دی ہے، آپ جانتے ہیں یہ بہت ظالم جانور ہیں۔ ان سب سے بیک وقت ٹکرانا مصلحت کے خلاف ہے، میرے پاس ایک تجویز ہے، جس پر عمل کرنے سے ان کے غبارے سے ہوا نکالی جاسکتی ہے'' شیر نے غصے میں دھاڑتے ہوئے کہا'' تجویز پیش کی جائے''لومڑی بولی''بادشاہ سلامت! آپ کے خلاف سارا پروپیگنڈہ آپ کے پنجوں اور آپ کے جبڑے کی وجہ سے ہے''اس پر شیر نے غصے سے لومڑی کو دیکھا اور دھاڑتے ہوئے کہا''تو کیا میں یہ نکلوا دوں''؟ لومڑی بولی''خدا نہ کرے ایسا ہو لیکن اگر آپ صرف پنجوں کے ناخن کٹوا دیں اور سامنے والے دانت نکلوا دیں تو آپ کی طاقت بھی بحال رہے گی اور دشمن کا پراپیگنڈہ بھی خاک میں مل جائے گا''۔ شیر کو ڈر تھا کہ کہیں چیتے اور اور بھگیاڑ اس کی بادشاہت کا خاتمہ نہ کردیں، اس نے بادل نخواستہ لومڑی کی یہ تجویز منظور کر لی!

اگلے روز شیر شکار کیلئے اپنے کچھار سے نکلا، ایک ہرن پر جھپٹا، اس نے دوڑ لگا دی، کئی کلومیٹر دوڑنے کے بعد شیر نے اسے قابو کر لیا لیکن جب اس کے جسم میں اپنے پنجے گاڑنے چاہے تو ناخن نہ ہونے کی وجہ سے یہ پنجہ پھسل گیا اور اپنے دانت ہرن کی گردن میں گاڑنے کی کوشش کی تو یہ کوشش بھی ناکام رہی، اس جدوجہد کے دوران ہرن اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد شیر نے کئی دوسرے جانوروں پر قسمت آزمائی کی لیکن کوئی بھی اس کے قابو نہ آیا، شام تک بھوک کے مارے اس کا برا حال ہوگیا اور بالآخر وہ نڈھال ہو کر گر گیا!

اس کی آنکھیں اس وقت خوشی سے چمک اُٹھیں جب اس نے رات کو لومڑی کو اپنی کچھار میں آتے دیکھا، لومڑی اسے دیکھ کر نہ کورنش بجا لائی، نہ اسے ظل الٰہی یا شہنشاہِ دوراں کہا بلکہ ایک فاصلے سے اسے مخاطب کیا اور طنزیہ انداز میں کہا''بھوک تو بہت لگی ہوگی!'' شیر نے نقاہت سے کہا''ہاں، بہت زیادہ! تم میرے لئے کھانے کا بندوبست کرو، میں نے تمہارے مشورے پر اپنے ناخن کٹوائے اور اگلے دو دانت نکلوائے، اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ میرے لئے دو وقت کے گوشت کا بندوبست کرو!''لومڑی نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور کہا''اے بیوقوف چوپائے! کوئی کسی کیلئے کچھ نہیں کرتا.......

بقیہ صفحہ نمبر ۴۶ پر ملاحظہ فرمائیں

ملا معاویہ حنفی

ماڈرن اسلام کی طرف........!

مدارس عربیہ کیا ہیں..... ؟ دین کے مراکز، قرآنی احکام اور نبوی تعلیمات کی درس گاہیں، جہاں انسان کو عقیدہ وعمل کے حصار میں پناہ ملتی ہے، معرفتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے، جہاں دین پر چلنے کا حقیقی داعیہ پیدا ہوتا ہے، جہاں انسان عزت وغیرت کے مفہوم سے آشنا ہوتا ہے، جذبۂ جہاد وحریت کو نمو ملتی ہے، احساس میں تموج، طبیعت میں تلاطم اور عمل میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یہ مدارس ہی ہیں جہاں سے انسان دوستی کی تعلیم ملتی ہے۔

آپ عہد موجود میں، اسلامی ودینی تحریکوں پر نظر دوڑا کر دیکھیے! ہر جگہ، ہر کام آپ کو انہی مدارس کی کارفرمائی نظر آئے گی...... طالبان کیا تھے....... ؟ انہی مدرسوں میں ننگی زمین پر بیٹھ کر، دین کا علم حاصل کرنے والے...... جب افغانوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر انہیں پکارا تو یہ طالب علم کتاب وقلم چھوڑ کر انسانیت کو ظلم کے اندھیروں سے بچانے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ طالبان کتاب وسنت کا پرچم لے کر نکلے اور پورے افغانستان پر چھا گئے، ان کے عدل وانصاف کی اپنے پرائے سب نے گواہی دی۔

مجموعی طور پر مدارس ہی ہیں، جنہوں نے جہادِ آزادی کی ہر جنگ اور تحریک میں اپنا بھرپور اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ کفار ومنافقین ان مدارس سے خائف ہیں کہ یہی ادارے ہیں، جو لوگوں کو درسِ جہاد دیتے ہیں اور علماء وطلباء کا ایک طبقہ ہے جو دین، عزت، غیرت اور آزادی کے تحفظ کیلئے مزاحم اور ہمہ تن کٹنے مرنے کیلئے تیار رہتا ہے۔ افغانستان میں مدرسوں سے نکلنے والی کھیپ نے اس دور میں خالص اسلامی امارت قائم کی۔ کفار ومنافقین نے باہم متحد ہو کر، آگ اور بارود کی بارش برسا کر اور ڈالروں کا سیلاب بہا کر اس امارت کو ختم کیا۔ دوسرے نمبر پر اب پاک وہند کے دینی مدارس ہیں جو امریکہ ویورپ کا ہدف ہیں۔ ان مدارس کو نشانہ بنانے کیلئے ذرائع ابلاغ کے ذریعے مخصوص انداز میں پوری قوت کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، کبھی کہا جاتا ہے کہ مدارس دہشت گردی کی نرسریاں ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ ان مدرسوں میں قوم کے بچوں کے ذہنوں کو ماؤف کر دیا جاتا ہے۔ ملکی اخبارات کے صفحات بقراطوں کے کالموں سے بھرے پڑے ہیں جو بغلیں بجا بجا کر حکومت کو دینی مدارس کے خلاف کارروائی کیلئے تیار کر رہے ہیں۔ حقائق کو جس انداز میں مسخ کیا جا رہا ہے ور طالبان کے اجلے کردار پر جس انداز میں کیچڑ اچھالا جا رہا ہے، اخبار بین حضرات اس سے ناواقف نہیں، میڈیا کے زور پر سامنے کی حقیقتوں کو جھٹلایا جا رہا ہے، مجاہدین اسلام پر وہ تبرا تولا جا رہا ہے کہ پناہ بخدا! مثلاً آج کی لغت میں مجاہد ”دہشت گرد“ ہے۔ جہاد دہشت گردی کا ہم معنی ہے، اگر کوئی شخص دین دار ہے، پانچ وقت کا نمازی ہے، سر پر پگڑی باندھتا ہے اور

شلوار ٹخنوں سے اونچی رکھتا ہے تو یہ انتہا پسند ہے، دقیانوس ہے، اس لئے کہ وہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق مغربی معاشرے سے مفاہمت کر کے نہیں چل رہا ہوتا۔

دینی مدارس کے خلاف جاری مہم کے سلسلے میں پیر کے روز جنرل پرویز کی صدارت میں ہونے والے ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں ملک کو ''فرقہ واریت'' اور ''مذہبی انتہا پسندی'' سے پاک کرنے، تمام دینی مدارس کو ریگولیٹ کرنے اور ان پر سرکاری کنٹرول حاصل کرنے کے حوالے سے ایک جامع منصوبہ پیش کیا گیا ہے، جسے وزارت داخلہ اور وزارت مذہبی امور نے تیار کیا ہے۔ اس منصوبے میں جو سفارشات کی گئی ہیں، ان کے مطابق دینی مدارس کو قومی دھارے میں لایا جائے گا اور ان میں بھی جدید نصاب پڑھایا جائے گا۔ تمام دینی مدارس کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک مستقل بورڈ یا ادارہ بنایا جائے گا جو صرف دینی مدارس کے نصاب اور ان کے معاملات دیکھے گا۔ دینی مدارس کی آمدنی واخراجات کا آڈٹ کرایا جائے گا تا کہ معلوم ہو سکے کہ ان مدارس کو ملنے والے فنڈز کہاں سے مل رہے ہیں اور کن مقاصد کیلئے استعمال ہو رہے ہیں؟ آڈٹ نہ کرانے والوں اور فنڈز کے بارے میں تفصیلات فراہم نہ کرانے والے دینی اداروں کے خلاف سخت کارروائی ہوگی۔ غیر ملکی طلبہ کے متعلق بھی تحقیقات ہوں گی، ان کے ویزے اور دیگر امور سے متعلق بھی معلوم کیا جائے گا نیز ایسے طلبہ کے داخلوں کے سلسلے میں قواعد وضوابط بھی مرتب کئے جائیں گے۔ اس اجلاس میں جنرل پرویز نے یہ بھی کہا کہ حکومت انتہا پسندوں کو مذہب یرغمال بنانے کی اجازت نہیں دے گی، عوام کی اکثریت اعتدال پسند ہے جو مذہبی ساصر اسلام، مساجد اور مدارس کو اپنے مخصوص ایجنڈے کیلئے استعمال کرتے ہیں، ان کے خلاف سخت کارروائی ہوگی اور ان پر پابندی لگے گی۔ وغیرہ وغیرہ.....

دوسری طرف دینی مدارس کے متعلق تحقیق وتفتیش کا کام تیزی سے جاری ہے، دینی مدارس کی فہرستیں بن رہی ہیں، نقشے مرتب ہو رہے ہیں اور مدارس میں سرکاری فارم تقسیم ہو رہے ہیں۔ جن میں مختلف النوع سوالات کئے گئے ہیں، مثلاً چندہ کہاں سے آتا ہے؟ طلبہ کی تعداد کتنی ہے؟ غیر ملکی طلبہ کتنے ہیں؟ مدرسے کا تعلق کون سے مسلک سے ہے؟ چند روز قبل اخبارات میں ایک ذریعے سے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ دینی مدارس میں ایک سرکاری رجسٹر بھی رکھا جائے گا، جس میں طلبہ کی آمد ورفت اور رخصت کا اندراج ہوگا۔ تقریباً ہر قابل ذکر مدرسے کے باہر پولیس کا پہرہ تو ہے ہی، مستقبل میں فوج کا پہرہ لگا۔ ۔ کا عندیہ بھی ملا ہے۔ آئمہ مساجد کو پابند کیا جا رہا ہے کہ وہ خطبہ جمعہ اور اذان کے علاوہ تقریر یا درس وغیرہ کیلئے لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کریں۔ بعض اقدامات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ شاید اردو تقریر ویسے ہی ممنوع قرار دے دی جائے یا پھر سرکاری آرڈر پر ''اوپر'' کی ہدایات کے مطابق ہی خطاب کیا جا سکے گا، جس میں کوئی ''فرقہ وارانہ بات، ''اشتعال انگیز'' مکالمہ یا جہاد سے متعلق گفتگو بالکل ممنوع ہوگی۔ اس وقت ہر بڑے پریس پر سرکاری کارندے بیٹھے ہیں جو افغانستان سے متعلق حالیہ حکومتی پالیسی کے تناظر میں مذہبی مواد کی مکمل چھان بین کر رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو

وطن عزیز میں بھی دینی مدارس پر کنٹرول حاصل کر کے ترکی، الجزائر اور مصر جیسے حالات پیدا کرنے کی تگ ودو ہو رہی ہے ۔ چونکہ اس وقت بہت سی اقدار طرز معاشرت اور الفاظ اپنا معنی ومفہوم بدل چکے ہیں، اس لئے یہاں ''ماڈرن اسلام'' کے ترویج واشاعت کیلئے اہل اقتدار پاگل پن کی حد تک بڑھتے جا رہے ہیں، ویسے بھی سرکار نے اپنے ذرائع ابلاغ پر ''ماڈرن اسلام'' نافذ کر رکھا ہے۔ ممکن ہے آئندہ کسی وقت قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے کی ذمہ داری ریٹائرڈ کرنلوں، جنرلوں اور سابق انجینئروں کے سپرد کر دی جائے جو حکومتی... بلکہ امریکی منشاء کے مطابق تفسیر بیان کیا کریں گے۔ پہلے قوال اور گویے علامہ اقبالؒ کی نظمیں طبلے کی تھاپ پر جھوم جھوم کے گایا کرتے تھے، اب ریڈیو، ٹی وی پر معاذ اللہ درود شریف موسیقی کی دھن پر ساز کے ساتھ سنایا جاتا ہے، فاحشہ عورتیں نعتیں پڑھتی ہیں، فضائل درود شریف کی احادیث بیان ہوتی ہیں تو بیک پر موسیقی کی دھن آ رہی ہوتی ہے، اسماء الٰہی موسیقی کی دھن پر سنائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر معمولی دوپٹہ اوڑھ کر خواتین بیان کرنے لگی ہیں، وہ شخص جو سارا سال ایف ایم ون ہنڈرڈ پر قوم کے نونہالوں اور بچیوں کو سراپا فسق پر مبنی اشعار سنا کر ورغلاتا ہے ان کے جذبات کو شیطانی خیالات سے انگیخت کرتا ہے، ان کے اخلاق تباہ کرتا ہے، رمضان میں حفیظ جالندھری کا ''شاہنامہ اسلام'' لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہ تو معمولی جھلک ہے، آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ اس وقت کی صورت حال متقاضی ہے اس بات کی کہ علماء، دینی مدارس کے ارباب اہتمام، وفاق المدارس العربیہ کے اہل حل وعقد، دینی جماعتوں کے قائدین، دین وایمان اور دینی اقدار وروایات اور طرز معاشرت کے علاوہ دین کے مراکز کو بچانے کیلئے خلوص دل کے ساتھ مل کر بیٹھیں اور آنے والے برے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے ٹھوس لائحہ عمل سوچیں۔

بقیہ از صفحہ ۶۲

کہ کسی نظریے یا نظام کا، جب کہ اس کے برعکس سوشلزم اور کمیونزم نظریات ونظامہائے زندگی تھے۔ اس پر حسن عسکری نے لکھا ہے وہ خود مولانا کی کتاب ''اسلام اور سائنس'' پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ سیکولرازم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج کل اخبارات سیکولرازم کے پرچارک ہیں، بسنت منانا، ہندوانہ کلچر اپنانا، یہ سارے سیکولرازم کے مظاہر ہیں۔ ان پر مسلمان اہل قلم کو کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تبلیغی جماعت کا ذکر چھیڑا تو فرمانے لگے کہ ''ان کے ساتھ، خاص طور فوج میں جتنے حاضر سروس لوگ ہیں۔ اگر ہمارے پاس ہوں تو ہم سب کچھ تلپٹ کر کے رکھ دیں، لیکن نظریہ نہ ہونے کے باعث ان کی یہ کیفیت ہے، بہرحال جتنا کام کر رہے ہیں، وہی غنیمت ہے''۔ مزید فرمایا ''میری تبلیغی جماعت کی شوریٰ سے بھی اس ضمن میں بات ہوئی مگر ان کا کہنا ہے کہ اس نظام کی تبدیلی کی جدوجہد کا وقت نہیں آیا'' یہ شاہ جیؒ کے ساتھ ہماری آخری ملاقات تھی۔ مجھے شاہ جیؒ کا جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ پہلی مرتبہ دیکھا، اور شاہ جیؒ اپنے چاہنے والوں کے جلو میں آخری آرام گاہ کی طرف رواں دواں تھے۔ میری اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ شاہ جیؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے مراتب ودرجات بلند فرمائے۔ آمین!

محمد عابد مسعود

کرنے کا کام

میرے سامنے ملکی و غیر ملکی اخبارات و جرائد کا ایک پلندہ پڑا ہوا ہے۔ امریکی حکام کی طرف سے ''صلیبی جنگ'' (Crusade) کے شروع کرنے سے اب تک جو بیانات سامنے آئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ صرف افغانستان تک محدود نہیں رہے گی، بلکہ دھیرے دھیرے اس کا دائرہ بڑھے گا اور جب تک پوری دنیا سے ''دہشت گردی'' کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ، مسلمان امریکہ کی لگائی ہوئی اس آگ کی بھینٹ چڑھتے رہیں گے۔ یہ لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک پوری دنیا سے اسلامی اقدار کی بقاء کیلئے جدو جہد کرنے والے تمام گروہوں اور حکومتوں کا صفایا نہیں ہو جاتا اور مسلمان ایک ''ذمی'' کی حیثیت سے بھی بدتر حالت میں امریکہ کی غلامی قبول نہیں کر لیتے۔ اگر ایسا ہو گیا (خاکم بدھن) تو صلیبی قوتوں کے ورلڈ آرڈر کے تحت انہیں نماز، روزہ اور حج کی اجازت تو ہو گی، مگر زکوٰۃ کا استعمال منی لانڈرنگ (Money Laundering) قرار پائے گا اور جہاد تو دور دراز کی بات ہو جائے گی۔ باقی قوانین جو غلامی کیلئے ہوں گے، ان کا تو پھر کیا کہنا! پوری دنیا کے مسلمان اس صلیبی جنگ کو پوری سنجیدگی سے لیں اور اس کیلئے پوری تیاری کر رکھیں۔

معرکے (Bettle) اور جنگ (War) میں فرق ہے۔ ہر جنگ متعدد معرکوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر فریق جنگ میں کچھ معرکے جیتتا ہے اور کچھ ہارتا ہے لیکن جنگ وہ ہارتا ہے جو ہمت ہار جائے۔ سب سے پہلے تو اللہ سے اس جنگ میں ثابت قدمی کیلئے دعا مانگیں۔ اسلامی تعلیمات میں ثابت قدمی کیلئے دعا پر خاص زور دیا گیا ہے اور مسلمان کا پہلا ہتھیار دعا ہے، اسے لازم پکڑ لینا چاہیے اور لمبی مدت کی منصوبہ بندی کیلئے تگ و دو شروع کر دینی چاہیئے۔ کسی بھی بظاہر معمولی نظر آنے والی بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہماری ایسی ہی لاپرواہیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی دولت نے صلیبی قوتوں کو وہ طاقت فراہم کی ہے، جس کا آج ہم خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ سارا عالم اسلام اس وقت حالت جنگ میں ہے۔ دشمنوں سے کسی بھی قسم کا تعاون ہماری ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔ یاد رکھیے! ایسا کچھ بھی کرنے سے تاریخ میں ہم ملت کے غدار کہلائیں گے۔ اس لئے پہلی بات تو یہ کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس رکھی امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کی کرنسی کو اسلامی ممالک کی کرنسی سے بدل لیں۔

غیر مسلم ممالک یا ان کے بینکوں میں رکھے اپنے پیسوں کو وہاں سے نکلوا کر اپنے ملک میں لے آئیں۔ تیسرے یہ کہ تمام یہودی اور عیسائی ملٹی نیشنل کمپنیوں کا کلیتاً بائیکاٹ کر دینا چاہیے اور اپنے ملک میں تیار کی ہوئی اشیاء کو استعمال کرنے کی مہم شروع کر دینی چاہیے۔ پہلے کچھ دقتیں ہوں گی اور وہ بھی محدود مدت کیلئے، بعد میں ان شاء اللہ! آپ کیلئے آسانی ہو جائے

گی۔ جب ہم اپنے ملک کے اداروں کی اشیاء سرے سے استعمال ہی نہیں کرتے تو ان کا معیار کس طرح اچھا ہوگا؟ ہم استعمال میں لائیں گے تو جو خامیاں ہیں، ان کی شکایت ہوگی اور اگلی دفعہ ان کو بہتر کرلیا جائے گا۔ اس ضمن میں سب سے بڑی ذمہ داری روزمرہ کے استعمال کیلئے اشیاء بنانے والی کمپنیوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ تجارت میں دیانت کو معیار بنائیں تاکہ تجارت عبادت بن جائے۔ اگر ہم (KFC)، میکڈونلڈ اور پیزا ہٹ پر جانا بند کردیں گے تو مر نہیں جائیں گے، نہ ہی صحت خراب ہوگی بلکہ پہلے سے اچھی ہوجائے گی کیونکہ غیر ملکی مشروبات اور کھانوں کے مضرِ صحت ہونے کے بارے میں وہاں کے پریس میں چھپنے والی رپورٹوں کو دیکھ لینا چاہیے۔ کوکا کولا اور اس طرح کے دیگر مشروبات کے بارے میں کئی سال پہلے امریکہ کی ایک میڈیکل ایسوسی ایشن نے ایک رپورٹ شائع کی تھی، جس میں ان بیماریوں کی فہرست تھی جو ان کے پینے سے لگ جاتی ہے۔ اس میں دانت سے لے کر معدے اور خون کی متعدد بیماریاں شامل ہیں۔ یہ حال تو امریکہ میں تیار ہونے والے مشروبات کا ہے، جو حشر ان کا مقامی کارخانوں میں تیاری کے دوران ہوتا ہے، اس کا تو آپ کو اچھی طرح علم ہوگا۔ ہمارے ہاں ولائتی ریستورانوں میں برگر اور پیزا (Pizza) کھاتے وقت دراصل ہم اپنے فاقہ کے شکار بھائیوں کا گوشت اور خون کھا پی رہے ہوتے ہیں۔ کیا کبھی یہ سوچ ہمارے ذہن میں ارتعاش پیدا کرسکی کہ ہم دشمن کی اقتصادیات کو مضبوط کرکے ملک و ملت کی کونسی خدمت کررہے ہیں؟ ایسے موقعوں پر ایک بدبودار سوال اٹھایا جاتا ہے کہ نہ صرف ہمارے ایسا کرنے سے یہود و نصاریٰ کے قائدین امریکہ اور اسرائیل کیلئے کون سی مشکل پیدا ہوجائے گی؟ دو چار ہزار لوگوں کے بائیکاٹ کرنے سے ان ملکوں کی مسلم کش حکومتوں کا کیا نقصان ہوگا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ کم از کم ہم گناہ پر تعاون کے مجرم تو نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب اور اصل بات یہ ہے کہ وہ ''تعاون'' جو ہم ان ممالک کی اشیاء خرید کر کرتے ہیں، یہی تعاون اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والا پیسہ دشمنانِ اسلام کے لئے اس خون کا کام کرتا ہے جو ایک زندگی کی علامت (Lift Supporting Blood) ہے۔ ہم دراصل زندگی کے مددگار اس خون میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں، جو کفار کی اقتصادی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ اس خون کی سپلائی اگر ہم بند کردیں، چاہے کچھ لوگ ہی سہی مل کر یہ کام کر ڈالیں تو وہ ترقی جو آج تیسری دنیا کے ممالک کے لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کررہی ہے، کل ہم اسے اپنے ہاں دیکھ سکیں گے، جو غفلت ہوچکی، سو ہوچکی، اب اس کا تدارک ہونا چاہیے۔ وہ کسی کا یہ شعر کتنا اچھا ہے۔

وہیں سے صبح سمجھ لو جہاں سے جاگے ہو

جو وقت سو کے کٹا ہے، شمار کیا کرنا

یہ کام ازبس ضروری ہے، چاہے اسے کرنے والے دو چار لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ خون کی سپلائی اور منتقلی قطرہ قطرہ کرکے ہی ہوتی ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ دشمن کی زندگی کے اس مددگار خون سے کتنے قطرے کم کرپائے ہیں...؟

۵۴ برس گزرنے کے باوجود قیام پاکستان کے مقاصد حاصل نہ ہو سکے

امراء کے کُتے بھی عیش کر رہے اور غریب بھوک و افلاس میں مبتلا ہے

امریکی اڈے خالی کرانے کی بجائے ملک امریکہ کے حوالے کیا جا رہا ہے

پاکستان کے خلاف بھارتی جارحیت حکومت کی غلط افغان پالیسی کا نتیجہ ہے

(ملتان میں دو روزہ احرار ورکرز کنونشن سے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری پروفیسر خالد شبیر احمد اور دیگر رہنماؤں کا خطاب)

ملتان (۲۷ر دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کا دو روزہ ورکرز کنونشن دارِ بنی ہاشم میں جمعرات، جمعہ کے روز مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری کی صدارت میں منعقد۔ احرار کے ۷۲ ویں ''یوم تاسیس'' کے حوالے سے منعقد ہونے والے کنونشن میں ملک کے طول و عرض سے احرار مندوبین نے شرکت کی۔ احرار کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دینی جماعتوں کے خلاف حکمرانوں نے چیلنج کا راستہ اختیار کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ حکمران اپنے ہوش و حواس قائم رکھیں اور امریکہ کی فرماں برداری میں اتنے آگے نہ نکل جائیں کہ پیچھے کچھ نہ رہے۔ مجلس احرار نے دینی اقدار کے تحفظ کا مصمم ارادہ کر رکھا ہے، ہم کسی صورت اس سے دستبردار نہیں ہو سکتے، ہمارے بزرگوں نے برطانوی سامراج کو ہندوستان سے نکالا تھا، ہم امریکی سامراج سے پنجہ آزما ہیں۔ طالبان کے خاتمے کیلئے مشرف حکومت نے جو کردار ادا کیا قوم اس کے ساتھ نہ تھی جو کچھ ہوا وہ طاقت اور مفادات کے نشے میں کیا گیا، جب تعصب کے بادل چھٹیں گے تو سب کچھ عیاں ہو جائے گا، حکمران اپنے اس مؤقف کیلئے جو دلائل دے رہے ہیں ان کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ بدلتی ہوئی صورتحال نے ہمارے مؤقف کی تائید کی ہے۔ حکمران اسلام اور دین اسلام سے غداری کا راستہ ترک کر دیں، یہ ملک اسلام کے عملی نفاذ کے نعرے کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا، ۵۴ برس گزرنے کے باوجود بھی ہم قیام پاکستان کے مقاصد حاصل نہ کر سکے اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہوتے رہے، امراء کے کتے بھی عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ غریب بھوک و افلاس میں مبتلا ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ حکمران امریکی اڈے خالی کرانے کی بجائے پورے ملک کا کنٹرول بتدریج امریکہ کے سپرد کر رہے ہیں۔ میاں محمد اویس نے کہا کہ انڈیا کی طرف سے پاکستان کے خلاف اپنی فوجوں کا بارڈر پر لانا اور دباؤ بڑھانا دراصل افغانستان کی صورت حال سے ہی متعلق ہے، اگر جنرل مشرف نے طالبان کے اقتدار کو ختم کرانے کا سودا مہنگا نہیں کیا تو پھر بھارتی

جارحیت کے کیا معنی؟ چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا کہ بطور مسلمان ہمارے فرائض میں شامل ہے کہ حق پر استقامت کے ساتھ کھڑے رہیں اور قوم کو حوصلہ دیں۔ عزیز الرحمٰن سنجرانی نے کہا کہ اکابر احرار کی قربانیاں تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ مولانا محمد مغیرہ، ڈاکٹر عبدالحمید، اشرف علی احرار، حاجی محمد ثقلین، محمد معاویہ ساجد، قاری حفظ الرحمٰن، غلام حسین احرار، مولانا عبدالرزاق، صوفی غلام رسول نیازی، محمد اکمل شہزاد اور دیگر شرکاء نے بھی خطاب کیا۔ ۲۷ر دسمبر کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ آخر میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے اصلاحی بیان فرمایا۔ ۲۸ر دسمبر کو بعد نمازِ فجر محترم قاری ظہور الرحیم نے درسِ قرآن کریم دیا۔ صبح ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں متفرق تنظیمی امور پر غور وخوض کیا گیا۔ ۱۱:۳۰ بجے مرکزی رہنماؤں نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ امیر مرکزیہ نے اجتماعِ جمعہ سے خطاب کیا اور بعد نمازِ جمعہ امریکی و بھارتی جارحیت کے خلاف ایک بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔

جن قوتوں نے افغانستان میں ظلم وسفاکی کی انتہا کی وہ ظلم کے انجامِ بد کو بھی یاد رکھیں

ملتان (۲۸ر دسمبر) امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ مجلس احرار اسلام پاکستان قومی اتفاق رائے کیلئے کی گئی ہر کوشش کی مکمل تائید وحمایت کرے گی۔ کسی بھی بیرونی جارحیت کے مقابلے میں قوم مکمل یکجہتی کا مظاہرہ کرے گی۔ وہ دوروزہ ''احرار ورکرز کنونشن'' کے موقع پر منعقدہ مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ پریس کانفرنس میں سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، مولانا قاری یوسف احرار، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور دیگر رہنما بھی موجود تھے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حکمران پاکستان میں قائم امریکی اڈے بلا تاخیر خالی کرائیں اور دینی و قومی قیادت کو رہا کریں، اب ان دونوں باتوں کا خود حکومت کے اپنے مؤقف کے مطابق کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ جن قوتوں نے افغانستان میں ظلم و سفاکی کی انتہا کی وہ ظلم کے انجامِ بد کو بھی یاد رکھیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جنگ نہ رکی ہے، نہ ختم ہوسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری مولویوں اور سرکاری امداد کا ہمارے ساتھ نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ہم ان کے پابند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دینی مراکز کو طعنہ دینے والے یاد رکھیں کہ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے موقع پر ہتھیار ڈالنے کا اعلان کسی مذہبی لیڈر نے نہیں کیا تھا، پاکستان کو لوٹنے والوں (جن کے احتساب کا نام نہاد اعلان جنرل مشرف نے کیا تھا) میں سے کسی کا بھی تعلق دینی و جہادی گروپوں سے نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے آپ کو سول لائزڈ کہنے والے جہالت کے تاریک سناٹوں میں گم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور اسلام کی جدوجہد لازم وملزوم ہے، یہ خطہ طویل قربانیوں کے بعد ایک خالص اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کیلئے حاصل کیا گیا تھا، اب اس کے قیام کے مقاصد کیلئے جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کیلئے جو کچھ کیا جارہا ہے وہ یقیناً کسی مسلمان کا ایجنڈا نہیں ہوسکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنے فیصلے خود کریں اور بیرونی مداخلت کا دروازہ بند

ہو۔انہوں نے کہا کہ جہاد کو دہشت گردی کہنے والوں کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کشمیر میں جاری جہاد کو کل کلاں دہشت گردی کہہ کر امریکی و بھارتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہو جائیں۔انہوں نے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام اور دینی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ ایک پریشر گروپ کی شکل میں دینی محاذ کے قیام کی طرف آئیں۔مغربی جمہوریت اور انتخابی سیاست کے راستے سے اسلامی انقلاب نہیں آسکتا، دینی جماعتوں کو چاہیے کہ آئندہ الیکشن کا بطور احتجاج موثر بائیکاٹ کریں۔

بعد ازاں احرار کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے مجلس شوریٰ کے فیصلوں سے صحافیوں کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ۷،۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو چناب نگر (ربوہ) میں ''کل پاکستان شہداء ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہوگی، جس میں ملک بھر سے تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کرام خطاب کریں گے، جبکہ فتنہ قادیانیت سے عوام کی آگاہی کیلئے مختلف مقامات پر ''ردّ قادیانیت کورسز'' منعقد کیے جائیں گے۔اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ دینی جماعتوں کے وسیع تر اتحاد کیلئے مجلس احرار اسی ہفتے رابطہ مہم کا آغاز کر رہی ہے۔اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے سے کابل انتظامیہ کے اِس اعلان کو انتہائی مضحکہ خیز قرار دیا گیا، جس میں کہا گیا ہے کہ ''اسامہ پاکستان میں مولانا فضل الرحمٰن کی پناہ میں ہے'' ایک اور قرارداد میں تمام مذہبی قوتوں سے اپیل کی گئی کہ وہ موجودہ بحرانی صورت حال میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں اور عوام کو منظم کریں۔اجلاس میں اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ منکرین جہاد قادیانی گروہ کو ارتدادی سرگرمیوں کیلئے کھلی چھٹی مل چکی ہے، امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس پر عملدرآمد کی صورت حال انتہائی مایوس کن ہے اور حکومت نے دینی قوتوں کو مخالف فریق کا درجہ دے کر ایک دین دشمنی کی فضا پیدا کر دی ہے، جو ملک وملت کیلئے انتہائی نقصان دہ ہے۔اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت اپنی ناکام پالیسوں کا اعتراف کرے اور تمام دینی و قومی رہنماؤں کو اعتماد میں لے کر خارجہ پالیسی مرتب کرے، اسی صورت میں ملکی سلامتی کو درپیش سنگین خطرات سے بچا جاسکتا ہے۔

اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو سرد خانے میں ڈالنے کی بجائے عملی جامہ پہنائے اور قوم کو غیر سودی معیشت کیلئے کی گئی پیش رفت سے آگاہ کرے۔

مرکزی ناظم نشریات کا لاہور دفتر میں ماہانہ قیام

مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشریات جناب عبداللطیف خالد چیمہ مرکزی دفتر احرار، لاہور میں اس مہینے ۱۱۔۱۲رجنوری اور ۲۵۔۲۶رجنوری ۲۰۰۲ء کو قیام کریں گے۔احبابِ جماعت سے رابطے اور دفتری امور کی نگرانی کیلئے آئندہ بھی ہر ماہ ہر دوسرے اور چوتھے ہفتے میں، جمعہ اور ہفتہ، کے ایام میں ان کا قیام دفتر احرار میں ہوا کرے گا۔احباب مطلع رہیں۔

گلاسگو (۳۰ / اکتوبر ۲۰۰۱ء) پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا ہے کہ اسلام نے تعلیم کے حوالے سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کیا اور دونوں کو یکساں طور پر علم حاصل کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے، مجلس احرار اسلام (شعبۂ خواتین) گلاسگو کے زیر اہتمام شیخ عبدالواحد کی رہائش گاہ پر خواتین کے ہفتہ وار دینی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ قرن اول میں علوم میں عورتوں کی مہارت کا عالم یہ تھا کہ ایک عام عورت نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کو راستہ میں روک کر انہیں قرآن کریم کے حوالہ سے اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ امت میں ہزاروں خواتین ایسی ہیں، جنہوں نے علم کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا اور حدیث وفقہ میں اعلیٰ مہارت حاصل کر کے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا، انہوں نے کہا کہ عورت کے لئے تعلیم اور بھی زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ بچوں کی تربیت کی، ابتدائی ذمہ داری ماں پر ہے اور ماں اگر ضروری تعلیم سے بہرہ ور ہوگی تو وہ اپنی اولاد کی صحیح رخ پر تربیت کر سکے گی۔ مولانا زاہد الراشدی نے مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اپنی اولاد کی دینی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں اور ان کے عقائد و اخلاق کی اصلاح کا اہتمام کریں، انہوں نے کہا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دنیا میں آنے والا ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے اور ماں باپ جس قسم کی تعلیم و تربیت اور ماحول مہیا کرتے ہیں اس کے مطابق ڈھل کر وہ یہودی، عیسائی یا مجوسی بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت ان کے مستقبل کے حوالہ سے ہماری ذمہ داری ہے اور خود ہماری آخرت کی نجات کے لئے بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بارے میں قیامت کے روز باز پرس ہوگی۔ اجتماع سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے بھی خطاب کیا۔

مجلس احرار اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ طبقہ واریت کی بجائے اسلام کے مکمل نفاذ کی جدوجہد کی امین ہے

(علامہ خالد محمود مدظلہ کا برطانیہ میں خطاب)

مانچسٹر (۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء) ممتاز مذہبی سکالر اور جامعہ اسلامیہ کے ڈائریکٹر علامہ خالد محمود نے کہا ہے کہ مسلمان فروعی اختلاف ختم کر کے ہی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے تمام طبقات باہم مل بیٹھنے کی راہ نکالیں اور دوست و دشمن کی تمیز کریں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے پاکستان سے آئے ہوئے مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ سے اپنے دفتر میں ملاقات کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ مولانا فیض الرحمٰن، شیخ عبدالواحد اور علی احمد بھی اس موقع پر موجود تھے۔ علامہ خالد محمود نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اکابرِ احرار کے مجاہدانہ کردار کو ہماری دینی و قومی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ طبقہ واریت کی بجائے اسلام کے مکمل نفاذ کی جدوجہد کی امین ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ مجلس احرار ہمیشہ کی طرح اب بھی علماء حق کی رہنمائی کو اپنے لئے اعزاز سمجھتی ہے۔ علامہ خالد محمود اور عبداللطیف خالد چیمہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے نام پر متعارف کرانے والے قادیانی گروہ کی چیرہ دستیوں سے نوجوان نسل کو بچانے کیلئے نہایت مؤثر و منظم اقدامات اور مشترکہ لائحہ عمل کی فوری ضرورت ہے۔ دریں اثنا عبداللطیف خالد چیمہ اور شیخ عبدالواحد نے راچڈیل، ہڈرز فیلڈ اور آسٹن انڈر لائن کا دورہ کیا اور مختلف علماء و احباب سے ملاقاتوں کے علاوہ تنظیمی امور کا جائزہ لیا۔

دینی جماعتوں کو دھمکیوں سے مرعوب نہیں کیا جاسکتا

(عبداللطیف خالد چیمہ کی برطانیہ سے واپسی پر اخبار نویسوں سے گفتگو)

چیچہ وطنی (۱۱ر دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ دینی جماعتوں کو دھمکیوں سے مرعوب نہیں کیا جاسکتا ، ملک کے اسلامی ونظریاتی تشخص کی جنگ سے ہم بطور مسلمان کسی صورت بھی دستبردار نہیں ہو سکتے ۔ برطانیہ کے تین ماہ کے دورے سے واپسی سے یہاں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت کے اپنے مؤقف کے مطابق اب طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد پاکستان امریکہ کو دیئے گئے اڈے خالی کیوں نہیں کرار ہا؟ انہوں نے کہا فرعون ونمرود کا کردار ادا کرنے والے اُن کے انجام بد کو بھی یاد رکھیں ۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کو ماننے والوں پر ایسی مشکلات کئی دفعہ آئی ہیں ۔ یہ امتِ مسلمہ کا امتحان ہے اور ظاہری اسباب کی دنیا میں طالبان کی اس شکست کے باوجود ہم اپنے عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ ظالم کے مقابلے میں مظلوم کا ساتھ دیں گے اور یہی کامیابی کا راستہ ہے کہ انسان مشکل گھڑی میں حق و صداقت پر مبنی اپنے مؤقف سے پیچھے نہ ہٹے ۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ صورت حال امت مسلمہ کے اتحاد کا موجب بھی بن سکتی ہے اور سوئے ہوئے مسلم حکمران عیش وعشرت کے نشے سے نکلیں گے ۔ خالد چیمہ نے بتایا کہ برطانیہ میں مسلمانوں کے علاوہ مختلف برطانوی تنظیمیں اور متعدد ارکان پارلیمنٹ ٹونی بلیئر کی مسلم کش پالیسیوں اور افغانستان میں انسانیت کے قتل کے خلاف مسلسل احتجاج کر رہے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ مغرب میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کیلئے مؤثر اقدامات کیے جائیں اور اسلام کے خلاف پراپیگنڈے کے توڑ کیلئے میڈیا میں منظم بنیادوں پر کام کیا جائے ، ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں مساجد اور مذہبی اداروں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے ، ۱۱ ر ستمبر کے بعد اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کیلئے وہاں تجسس بڑھا ہے ۔ اسی لیے مغربی میڈیا مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت اور توہین آمیز خود ساختہ کہانیاں نشر کر کے عام آدمی کو اسلام سے برگشتہ کر رہا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان اور اسلام کا نمائندہ بنا کر پیش کر کے پوری دنیا میں دھوکہ دے رہے ہیں ۔ جبکہ لندن سمیت مختلف مغربی ممالک میں ہمارے سفارت خانے اسلام اور پاکستان کے خلاف مرزا طاہر کی ایم ٹی اے پر ہرزہ سرائی کا کوئی سد باب نہیں کر رہے ۔ انہوں نے کہا کہ دینی جماعتیں ختم نبوت کے محاذ پر برطانیہ میں پوری طرح سرگرم عمل ہیں اور کم وسائل کے باوجود قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہی ہیں ۔ دریں اثناء خالد چیمہ نے ۱۸ ر دسمبر کو بورے والا میں احباب جماعت سے ملاقات کر کے علاقائی جماعت کے تنظیمی امور کا جائزہ لیا اور مدرسۂ ختم نبوت بورے والا میں جماعت کے عہدیداروں کے اجلاس سے خطاب کیا ۔ ۲۰ ر دسمبر کو انہوں نے ساہیوال میں مختلف علماء کرام اور احباب سے ملاقات کی اور ضلع ساہیوال میں دینی سرگرمیوں پر تبادلۂ خیال اور مشاورت ہوئی ۔ ۲۳ ر دسمبر کو خالد چیمہ نے ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ اور محمد آصف چیمہ کے ہمراہ پتوکی میں سپاہ صحابہ کے رہنما ڈاکٹر منظور احمد شاکر کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی ۔

من بیتی (پنجابی)

رمضان شریف دی اٹھارویں دا چن ___ اپنے موڑے دی فجرے ___ دَکھن ولّے ___ مسیت دے پربت والے مینار دے اُتے آ کھلوتا، تے مینوں گھور گھور کے تکّے۔ ایہہ مسیت میرے نانکے داد کے پنڈ دی کلّم کلّی مسیت اے۔ میرے وڈکیاں اپنی مالکی وچوں حصہ وکھ کر کے ''رب دے ناں'' زمین لوائی تے ایہہ کلّم کلّی سوہنی البیلی مسیت بنوائی۔ اج، چن اپنی بجھدی بجھدی چاننی نال ایس مسیت دے پربت والے مینارے اُتے مینوں اِنج پیا لگے، جیویں پنڈ دے بندیاں دی بندگی تے دینی ذوق شوق دا حال، اپنی وابسی دے حال نال بیان کر کے مینوں کجھ سمجھاون آیا اے، میں اوس ول دھیان کیتا تے نالے ای بینڈے دی چبھن والی اواز نے میرا دھیان اپنے ول موڑ لیا۔ اجے میں ایسے تے حیران ساں تے ٹِڈیاں نے ڈَنڈ پا دِتی۔ ٹِڈیاں دی ڈنڈ توں میں گھبرایا تے کاں نے کاں کاں دی ستویں سُر کڈی۔ تُسی نئیں منّا تے نہ منّو، پر ایہہ واقعہ تے حقیقت ہے۔ میں خیالی ماحول دی گل نئیں پیا لکھدا۔

اجے میں فطرت دے ایہناں مزامیر وچ گم ساں تے کوئل درداں ماری نے وچھوڑے دی بانسری وجانی شروع کیتی۔ میں فیر سوچیں ڈُبا۔ ایہہ کوئل پتا نئیں کدوں دی فراق دیاں کوکاں پئی ماردی اے، تے وصال لئی ہاڑے کردی اے پئی، تے پتا نئیں ایہنے کدوں تیکر غم دا آ سا گنو ادیاں رہنا ایں؟ کوئل دیاں کوکاں میٹھوں دور ہوئیاں تے کُکّی وچاری دا ''سُبُوحٌ قُدُّوسٌ والا، لاہوتی نغمہ کناں وچ رس گھولے، تے میرے اِکلاپے دا دُکھ ونڈا اوے۔

مینوں یاد آیا، میرے ویہڑے دے بڑے پرانے فرماں اُتّے بولن والی ایس کُکّی دا جیوندا جاگدا بچہ پرسوں دیگر ویلے، پربت ولوں آون والا اِک اُچکّا کاں چُک کے لے گیا سی۔ میں سوچن لگ پیا ___ خورے پربت ولوں آون والے سارے ای کاں بلنگے ہوندے نیں؟ پر کُکّی نے کوئل وانگوں دُہائی نئیں پائی، تے صبر پیالہ پیتا۔ میرے من نوں کُکّی دے حوصلے نے ٹھارس دِتی ___ ''توں جوایہڈے وڈے ویہڑے وچ کلّم کلّا تے بے اولا دا ایں، کُکّی والا نغمہ کا ہوت گا، تے گنو دیاں گنو دیاں بحرِ ناسوت توں پار لنگ جا''!

(۱۸ رمضان ۱۴۰۶ھ / ۸ر جون ۱۹۸۶ء / ہفتہ، صبح ۱۰ وجے..... ناگڑیاں☆..... نانکے ویہڑے دے وچکار)

☆ ''ناگڑیاں'' (ضلع گجرات) ___ شاہ جیؒ دا آبائی پنڈ

حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

حُسن دائم ہے ترا نقش حیات

(نعت)

حُسنِ دائم ہے ترا نقشِ حیات
عشق سے روشن جہانِ شش جہات
ہے تسلسل جہد کا دنیا و دیں
نظمِ طاعت سے نظامِ کائنات
مہرِ کامل کا ابھرنا اور غروب
اس میں رازِ ارتقا سوزِ حیات
ہائے حسرت تو الجھ کے رہ گیا
شک و ریب اور گتھیاں تیری حیات
ہیں رسولِ ہاشمی رازِ حیات
حق الیقیں ، عین الیقیں ان کی حیات

(منقبت) (غیر مطبوعہ کلام)

علیؓ ــــــ اک جلوۂ مخفی

(ملتان، ۲۱ رمضان ۱۴۱۹ھ)

علی مولیٰ ہے نسبت میں
علی اولیٰ محبت میں
بشارت ہے ، ولایت ہے
وہ برتر سابقیّت میں
علی قاضی بھی ، غازی بھی
علی اقضیٰ ہے امت میں
علی اک جلوۂ مخفی
علی اعلیٰ امامت میں
علی تنہا قدامت میں
علی چوتھا خلافت میں

مُکھڑا (پنجابی نظم)

سورج مُکھی دے پُھل ورگا اوہدا مکھڑا گول مٹول   سورج مُکھی دیاں پتیاں ، لمیاں لمیاں پلکاں
نرگس ورگیاں اکھیاں
گلاں ، تِل تے ٹھوڈی جیویں پُھل گلاب دا کھڑیا   موتیاں ورگے دند سنڑ کھے ، درج عقیق دہانہ !

عکسِ تحریر: شاہ جی رحمہ اللہ کا غیر مطبوعہ نعتیہ شعر

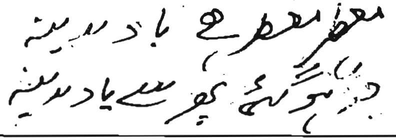

عمران ظہور غازی
(سابق ناظم اسلامی جمعیت طلبہ ملتان ڈویژن)

سید عطاء المحسن بخاریؒ ...... چند یادیں، چند تأثرات

سید عطاء المحسن بخاریؒ کا ذکر آئے یا ان کی یاد ...... یہ شعر ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کتنی اٹل حقیقت ہے، جس کی طرف غالب نے اشارہ کیا۔

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

سید عطاء المحسن بخاری مرحوم، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے اور ان کی فکر اور تحریک ''مجلس احرار اسلام'' کے روح رواں اور مسند دعوت وارشاد کے وارث، درویشی وسادگی اُن کا طرہ امتیاز تھا، زبان کے صاف اور کھرے، جو بات دل میں ہوتی، وہی زبان پر ہوتی گویا ان کی زبان ان کے دل کی رفیق تھی۔ علمائے دین کے ساتھ تعلق اور خود عالم دین ہونے کے باوجود روایتی قسم کے ملاؤں سے سخت بیزار اور شدید ناقد، مصلحت کوشی، منافقت اور دورنگی سے ناآشنا اور اس کے عوض جتنا چاہے نقصان اٹھانا پڑے مگر سچ کہنا ہمیشہ ان کا شعار رہا کہ

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

شاہ جیؒ کے ساتھ میری شناسائی ان دنوں ہوئی، جب اسلامی جمعیت طلبہ پنجاب کی مجلس شوریٰ نے مجھے بطور ناظم ڈویژن کے ملتان بھیجا ____ مجھے چونکہ تاریخ سے دلچسپی ہے اور اسی نسبت سے تاریخی شخصیات سے خصوصی تعلق ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بطور خطیبِ اعظم کے سن رکھا تھا، ملتان آنا ہوا تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کسی نے بتایا کہ حضرت امیر شریعتؒ جلال باقری میں مدفون ہیں، مگر باوجود اپنی سی کوشش وتلاش کے شاہ صاحبؒ کا مرقد نہ ڈھونڈ سکا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چار دیواری کے اندر مدفون ہیں۔ بہر حال اس دوران دارِ بنی ہاشم کے ساتھ تعلق استوار ہو چکا تھا اور جمعہ کی ادائیگی کے لئے اکثر دار بنی ہاشم ہی جانا ہوتا، جہاں محسن شاہ جیؒ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے اور کفیل شاہ جی نماز جمعہ پڑھاتے۔ محسن شاہ جیؒ سے ۱۹۹۶ء میں روزنامہ ''خبریں'' کے ذریعے تعارف ہوا تھا، جس میں وہ ''دل کی بات'' لکھتے۔ نماز جمعہ کے بعد بعض اوقات محسن شاہ جیؒ سے ہاتھ ملانے کی سعادت بھی حاصل ہوجاتی مگر تعارف کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی۔ ستمبر ۱۹۹۶ء میں اسلامی جمعیت طلبہ ملتان کے زیر اہتمام ''پاکستان کے پچاس سال، کیا کھویا، کیا پایا''؟ کے عنوان سے جناح ہال گھنٹہ گھر میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا تو اس میں محسن شاہ

جیؒ کو بھی دعوت دی گئی۔ جس میں وہ اپنی علالت کے باوجود تشریف لائے اور اپنے گرانقدر خیالات سے نوازا۔ سیمینار میں پہلی گفتگو میری تھی، جس میں، میں نے یہ فقرہ بھی کہا کہ ''پاکستان اس وقت دوراہے پر کھڑا ہے'' جب شاہ جیؒ خیالات کے اظہار کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے بطور خاص میرے اس جملے کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''میرے عزیز نوجوان نے کہا کہ پاکستان دوراہے پر کھڑا ہے۔ حالانکہ اس وقت چوراہے پر ہے، جس کی نہ کوئی سمت ہے اور نہ کوئی قبلہ اور ملت پاکستان تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہی ہے'' شاہ جیؒ کے یہ فصیح و بلیغ فقرے آج تک لوحِ دماغ پر کندہ ہیں۔

جس طرح سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور میں خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے، اسی طرح محسن شاہ جیؒ بھی دور قحط الرجال میں خطابت کی شان تھے۔ جمعہ کی ادائیگی کے لئے عبدالوہاب نیازی اور راقم دار بنی ہاشم جاتے گفتگو سنتے اور خاموشی سے واپس آ جاتے۔ شاہ جیؒ کی تقریر میں وہ سب کچھ ہوتا جس کی ایک سامع آرزو کرسکتا ہے۔ غالب کے الفاظ میں ''میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'' والی کیفیت ہوتی۔ ان کی گفتگو قرآن و حدیث، تاریخی آثار و واقعات سے مزین ہوتی، اشعار کا برجستہ اور برمحل استعمال، تلاوت کرتے تو سماں بندھ جاتا، لطائف کی طرف آتے تو مجمع لوٹ پوٹ ہوجاتا۔ اردو زبان کی نزاکتوں سے پوری طرح آگاہ، ہر لفظ مخرج سے ادا ہوتا، جس سے لطف دوبالا ہوجاتا۔ بات اردو میں ہوتی مگر ساتھ ہی ساتھ عربی، فارسی، پنجابی اور سرائیکی کا تڑکہ لگاتے جاتے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' والی کیفیت ہوتی، شاہ جیؒ کی گفتگو مختلف موضوعات کے گرد گھومتی۔ ان کا مطالعہ اور علم اس کا پورا پورا ساتھ رہتا، کبھی تہذیب مغرب و باطل نظامہائے زندگی کی خبر لے رہے ہوتے اور کبھی اسلامی عقائد اور تہذیبِ اسلامی کے چہرے کو نکھارتے اور سنوارتے، جمہوریت، شیعت اور قادیانیت کے سخت ناقد تھے۔ ہر گفتگو میں ان پر ضرور تنقید کرتے۔

شاہ جیؒ کے ساتھ آخری اور یادگار ملاقات اُن دنوں میں ہوئی، جب راقم اور عبدالوہاب نیازی، ان کی عیادت کے لئے دار بنی ہاشم گئے۔ شاہ جیؒ سخت تکلیف میں تھے مگر جیسے ہی انہیں ہمارے بارے میں معلوم ہوا، وہ باوجود تکلیف کے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے اور ملاقات سے نوازا، ہم نے شاہ جیؒ کو ''ترجمان القرآن'' کا تازہ شمارہ پیش کیا، بہت خوش ہوئے، خرم مراد مرحوم کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ مختلف سوالات و جوابات کا سلسلہ چلا تو میں نے پوچھا کہ جس طرح سوشلزم اور کمیونزم کا تذکرہ کتابوں میں پڑھنے کو ملتا ہے اور جس تفصیل کے ساتھ ان پر لکھا گیا ہے۔ سیکولرازم پر اس طرح کم ہی مواد ملتا ہے، فرمایا ''سیکولرازم دراصل عمل کا نام ہے، نہ

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

تبصرہ نگار ذ۔ بخاری

کتاب: ''تفہیمات برائے حفاظ وحافظات''

ف: محمد اسلم شیخوپوری ،صفحات: ۱۴۰، قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ حلیمیہ، سائٹ۔ کراچی

یہ کتاب ۱۱۴ تفہیمات، پر مشتمل ہے، جن کی بنیاد قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ یہ کتاب حفظ و تجوید کے طلبہ و طالبات کیلئے لکھی گئی ہے۔ جس میں حافظ کے ساتھ ساتھ اس کے والدین اور اساتذہ کو بھی اُن کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔ فضائل قرآن کے علاوہ فضائل حفظ قرآن بھی بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مدرسین حفاظ اور طلباء و طالبات دونوں کیلئے یکساں مفید ہے۔ اس کتاب کا ہر مدرسہ میں موجود ہونا عمومی افادیت کا باعث ہوگا۔

طاہر بک ڈپو، صدر، کراچی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور اور مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان سے مل سکتی ہے۔

کتاب: ''سراغ زندگی'' تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی، صفحات: ۱۶۰ ، قیمت: ۶۰ روپے

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد۔ نوشہرہ

یہ کتاب، مؤلف، کے اپنے الفاظ میں، القاسم اکیڈمی کی ایک ادبی اور تاریخی پیشکش ہے۔ جس میں مؤلف نے اپنے مطالعے کے دوران پسند آنے، والے، علم پرور واقعات اور اقوال اکٹھے کر دیئے ہیں۔ جن میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی منتخب تحریروں کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مفتی کفایت اللہ، اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے اقوال و ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ یہ جواہر پارے علم و ادب۔ کا مرقع اور اہل ذوق کیلئے تسکین قلب و نظر ہیں۔

صدیقیہ کتب خانہ، مہاجر بازار، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

کتاب: ''عشاقِ قرآن کے ایمان افروز واقعات''

مؤلف: محمد اسلم شیخوپوری، صفحات: ۲۷۰، قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ حلیمیہ، سائٹ۔ کراچی

اس کتاب میں دور نبوت سے دور حاضر تک کے ایسے پر اثر واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے دل میں قرآن کریم کی عظمت، تلاوت کی اہمیت، فہم کی ضرورت، اصلاح کا احساس اور عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ پڑھ کر قارئین کا قرآن سے ٹوٹا ہوا رشتہ بحال ہوتا ہے۔ واقعات کے علاوہ کہیں کہیں بعض بزرگوں کے اقوال و ارشادات بھی نقل کئے گئے ہیں۔ طاہر بک ڈپو، صدر کراچی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور، اور مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان پر دستیاب ہے۔

بموقع افتتاح عمارت نو ۔۔۔ مدرسہ محمودیہ معمورہ ناگڑیاں (ضلع گجرات)

مجلسِ ذکر	بعد نمازِ عشاء ۔ ۱۵ر جنوری ۲۰۰۲ء ۔ منگل
درسِ قرآن	بعد نماز ظہر ۔ ۱۶ر جنوری ۲۰۰۲ء ۔ بدھ

زیرِ صدارت: سید محمد یونس فاروق حسنی قادری البخاری حفظہ اللہ

ابن امیر شریعت، امیر احرار

حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

(امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان)

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۸ر جنوری ۲۰۰۲ء ۔ جامع مسجد المعمور، ناگڑیاں

نواسۂ امیر شریعت

حافظ سید محمد کفیل بخاری

مدظلہ

(مرکزی نائب ناظم: مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعیان الی الخیر

حافظ محمد ضیاء اللہ، حافظ محمد اقبال، حافظ محمد آصف، حافظ محمد عابد المعبود
حافظ محمد امجد مہدی، چودھری ریاضت خاں، حاجی چودھری عبدالحق

اراکین و معاونین: مجلس احرار اسلام، ناگڑیاں ۔ ضلع گجرات

دورِ جدید کی اعلیٰ فینسی ورائٹی کا مشہور مرکز

عمر فاروق ہارڈ وئیر پینٹس اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ وئیر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ کے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار ڈیرہ غازی خان فون 0641-462483

کھانسی، نزلہ، زکام

کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج ۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غُبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے ۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج ۔

جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے ۔

جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے ۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے ۔

اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے ۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت ۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج ۔ صُدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے ۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید ۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے ؛

www.hamdard.com.pk

توحید و ختمِ نبوت کے علم بردارو، ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاریؒ)

چوبیس ۲۴ ویں سالانہ دو روزہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

7، 8، مارچ 2002ء

جمعرات، جمعہ

جامع مسجد احرار

چناب نگر (ضلع جھنگ)

زیر سرپرستی

قائد احرار پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

(امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

- جس میں عظیم دینی و روحانی رہنما شرکت فرما رہے ہیں۔
- کارکن حسبِ سابق ابھی سے تیاری شروع کردیں۔
- تفصیلی اشتہار عنقریب شائع ہو رہا ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت مجلسِ احرار اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر 04524-211523 ملتان: 061-511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253-610953

Designed by: Al-Kitab Graphics Multan Ph:061-584604